جاء الحق

مسئلہ علم غیب پر تحقیقی نظر

Website:
DifaAhleSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب:۔۔۔جاء الحق مسئلہ غیب پر ایک تحقیقی نظر

افادات:۔۔۔ محقق اسلام حضرت مولانا علّامہ **علی شیر رحمانی صاحب**

نظر ثانی:۔۔۔۔الشیخ مولانا ڈاکٹر مفتی اسد اللہ صاحب (امام وخطیب جامعہ مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خیر پور)

ناشر:۔۔۔۔۔۔مکتبہ جامعہ حیدریہ انوار الھدیٰ خیر پور میرس

تاریخ طبع ثانی:۔۔22 مئی 2025

کمپوزنگ:۔۔۔۔العبد المذنب مسرور احمد رحمانی

فون:۔۔۔۔۔۔03121374691

[Website: DifaAhleSunnat.com]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب جاء الحق کے مسئلہ علم غیب پر ایک تحقیقی نظر

مقدّمہ:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ والصلاۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمعصومین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

امابعد: فاعُوذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ (سورۃ النمل آیت نمبر 65)

ترجمہ: آپ فرمادیجیے آسمانوں اور زمینوں میں کوئی بھی ہو وہ غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے غیب کے جاننے یا نہ جاننے کی خبر بتائی ہے کہ تمام مخلوق میں سے کوئی بھی خواہ وہ آسمانوں میں ہو، یا زمینوں میں، یعنی عرشی ہو یا فرشی، نوری ہو یا ناری، خاکی ہو یا آبی، غیب نہیں جانتا۔ صرف اللہ ہی ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ یعنی ظاہر اور پوشیدہ کو ہر وقت ہر حال میں اللہ ہی جانتا ہے اور ظاہر اور غیب کا جاننا اس کے لیے برابر ہے پوری کائنات کے ذرہ ذرہ کو مثلاً عرشی، فرشی مخلوق، زمین کے اندر مخلوق، زمین کے اوپر مخلوق، پہاڑوں کے اندر مخلوق، پانی میں مخلوق، درختوں میں مخلوق، درختوں کے اوپر مخلوق، زمین و آسمان کی فضا میں مخلوق کی تعداد کو، ان میں سے ہر ایک جنس کی اقسام کو، ہر قسم کی مخلوق کی ضروریات اور حاجات کو، ان کے مصائب و مشکلات کو، ان کی بھوک اور پیاس کو، ان میں سے ہر ایک کی رہائش گاہ کو ان کی نقل و حرکت کو ان میں سے ہر ایک کی عمر اور موت کے وقت کو اللہ ہی جانتا ہے اللہ کے سوا مخلوق میں سے کوئی بھی ان تمام چیزوں میں سے جو چیز اس کے سامنے ظاہر ہو گی اس کو تو اوپر اوپر سے کچھ نہ کچھ جان سکتا ہے، لیکن اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور جس طرح اللہ کا ہر قول اور ہر خبر دینا سچا ہے اسی طرح مذکورہ بالا آیت کا فرمان اور خبر دینا بھی سچا ہے۔ اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا یَعۡلَمُ جُنُوۡدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ ؕ (سورۃ المدثر آیت نمبر 31)

ترجمہ: (اے میرے محبوب ﷺ) اپ کے رب کے لشکروں یعنی مخلوق کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے عالیشان علم کو ظاہر فرمایا اور مخلوق سے کسی کے لیے بھی ہر ایک کے حالات کو جاننے کی نفی فرمائی۔ اس آیت کریمہ سے یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ اللہ کے سوا تمام مخلوق کی تعداد اور مخلوق کی جنسوں کو کوئی نہیں جانتا اور ظاہر ہے جو مخلوق کے اجناس تعداد کو نہیں جان سکتا وہ ان کے حالات، حاجات، ضروریات، کو کیسے جان سکتا ہے۔۔۔۔؟ ہر گز نہیں!!

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور جو کسی مخلوق کے حالات، حاجات، ضروریات، مشکلات، کو نہیں جان سکتا تو ان کے حالات کیسے درست کر سکتا ہے اور ان کی ضروریات کو کیسے پورا کر سکتا ہے اور ان کی مشکلات کو کیسے حل کر سکتا ہے؟ یہ خارج بحث ہے اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد حکیم البریلویت مفتی احمد یار خان نعیمی کی کتاب "جاء الحق" کے اس مضمون پر نظر کرتے ہیں جو اس نے علم غیب کے عنوان سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے علم غیب جاننے کے متعلق مضمون لکھا ہے۔

اس نے علم غیب کے متعلق اپنے عقیدے کا دعویٰ یہ لکھا ہے کہ: حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کو رب تعالی نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔۔ اور لکھا ہے کہ اولیاء کرام کو بھی بالواسطہ انبیاء کرام کچھ علوم غیب ملتے ہیں۔۔۔۔

اور لکھا ہے کہ قرآن اور لوح محفوظ میں سارے واقعات "کل ما کان وما یکون" ہیں اور اس پر ملائکہ اور بعض اولیاء وانبیاء کی نظریں ہیں اور ہر وقت وہ حضور علیہ السلام کے پیش نظر ہیں۔

(جاء الحق دوسری فصل ضروری فوائد کے بیان میں صفحہ 36۔ باختلاف طبع صفحہ 43-44)

حکیم البریلویت مفتی نعیمی صاحب نے کتاب کے مقدمہ میں چند اصول لکھے ہیں اور ان اصولوں پر قائم رہ کر اپنے عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ہم بھی انشاءاللہ ان کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہی اس کی کتاب اور اس کے عقائد پر تحقیقی نظر کرتے ہیں۔ پہلے لفظ "عبارت" سے ان کے دعویٰ اور دلیل کو پیش کریں گے پھر تحقیقی نظر سے اس پر تبصرہ کریں گے۔

عبارت:

تفسیر قرآن کے متعلق حسب ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(1) قرآن کی تفسیر (2) قرآن کی تاویل (3) قرآن کی تحریف (4) قرآن کی تفسیر و تاویل۔

قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا حرام ہے بلکہ اس کے لیے نقل کی ضرورت ہے۔ قرآن کی جائز تاویل اپنے علم و معرفت سے کرنا جائز اور باعث ثواب ہے۔ قرآن کی تحریف۔ قرآن کی تحریف کفر ہے۔

(1) تفسیر: قرآن پاک کے وہ اقوال بیان کرنا جو عقل سے معلوم نہ ہو سکیں ان میں نقل کی ضرورت ہو جیسے آیات کا شان نزول یا آیات کا ناسخ اور منسوخ ہونا۔ تفسیر قرآن کے چند مرتبے

(1) تفسیر قرآن بالقران یہ سب سے مقدم ہے۔

(2) اس کے بعد تفسیر قرآن بالحدیث۔

(3) پھر قرآن کی تفسیر صحابہ کرام کے اقوال سے خصوصًا فقہائے صحابہ اور خلفائے راشدین کی تفسیر۔

(4) تفسیر قرآن تابعین و تبع تابعین کے اقوال سے، وہ قول اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر۔ (جاء الحق صفحہ 18)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

(2) تاویل: تاویل قرآن یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کے مضامین اور اس کی باریکیاں بیان کرے اور صرفی نحوی قواعد سے اس میں طرح طرح کے نکات نکالے یہ اہل علم کے لیے جائز ہے علم نقل کی ضرورت نہیں۔۔۔۔اور تاویل کی رائے سے جائز ہونے میں اور تفسیر کی رائے سے ناجائز ہونے میں راز یہ ہے کہ تفسیر تو خدائے پاک پر گواہی دینا ہے اور اس کا یقین کرنا ہے کہ رب تعالی نے اس کلمے کے یہی معنی مراد لیے ہیں اور یہ بغیر بتائے جائز نہیں۔

تاویل :والتاویل ترجیح لاحد المحتملات بلاقطعٍ'' یعنی تاویل چند احتمالات میں سے بعض کو ترجیح دینے کا نام ہے وہ بھی بلا یقین۔

(3) تحریف: تحریف یہ ہے کہ قرآن کے ایسے معنی یا مطلب بیان کرے جو اجماع امت یا عقیدہِ اسلامیہ یا اجماع مفسرین کے خلاف ہو یا خود تفسیر قرآن کے خلاف ہو اور کہے کہ وہ معنی نہیں بلکہ معنی وہ ہے جو میں نے کہے ہیں یہ صریح کفر ہے۔......

اس بحث کو خوب اچھی طرح خیال میں رکھنا چاہیے بہت فائدہ مند ہے اور آئندہ کام آئے گی۔(جاء الحق صفحہ 19/20/21)

حصہ نمبر اوّل غیب کی تعریف اور عقیدہ ثابت کرنے کا اصول

عبارت: بحث علم غیب

اس بحث میں ایک مقدمہ ہے اور اس مقدمے میں چند فصلیں ہیں۔

پہلی فصل غیب کی تعریف اور اس کی اقسام کے بیان میں۔

غیب کی تعریف:

غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسان نہ تو آنکھ کان وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بداہتًا عقل میں آسکے۔۔۔"والمراد بہ الخفی الذی لایدرکہ الحس ولا تقتضیہ بداہۃً العقلُ" یعنی غیب سے مراد وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو حواس نہ پاسکیں اور نہ بداہۃً عقل اس کو چاہے (تفسیر بیضاوی "یؤمنون بالغیب" کے تحت)۔

اور اسی طرح تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت لکھا ہے کہ "قول جمھور المفسرین انّ الغیب ھو الذی یکون غائباً عن الحاسّۃِ ثم ینقسم الٰی ماعلیہ دلیل والٰی مالا دلیل علیہ " یعنی عام مفسرین کا یہ قول ہے کہ جو حواس سے چھپا ہوا ہو پھر غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل ہے، دوسری وہ جس پر دلیل نہیں اور تفسیر روح البیان میں ہے اسی آیت کے ماتحت کہ "وھوماغاب عن الحس والعقل غیبۃ کاملۃ. بحیث لایدرک بواحد منھا ابتداءً بطریق البداھۃ" یعنی غیب وہ ہے جو حواس اور عقل سے پورا پورا چھپا ہوا ہو اس طرح کے کسی ذریعے سے بھی ابتداءً کھلم کھلا معلوم نہ ہو سکے (جاء الحق صفحہ 42 تا 43)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

بذریعہ آلات کے جو چھپی ہوئی چیز معلوم کی جاوے علم غیب نہیں مثلاً کسی آلہ کے ذریعے عورت کے پیٹ کا بچہ معلوم کرتے ہیں یا کہ ٹیلی فون اور ریڈیو سے دور کی آواز سن لیتے ہیں اس کو غیب نہ کہیں گے کیوں کہ غیب کی تعریف میں عرض کر دیا گیا ہے کہ جو حواس سے معلوم نہ ہو سکے (وہ غیب ہے) اور خلاصہ یہ کہ اگر کوئی آلہ چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے اور ظاہر ہو چکنے کے بعد ہم اس چیز کو معلوم کر لیں تو وہ علم غیب نہیں (جاء الحق صفحہ 43 تا 44)

تفسیر مدارک کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی (جس کی اطلاع دی گئی ہو) وہ علم غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے (جاء الحق صفحہ 93)

(یعنی آیات میں ذاتی کی نفی ہے اور عطائی کو علم غیب کہتے ہی نہیں)

(حکیم البریلیت سورۃ النمل کی آیت نمبر 65: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ کی تفسیر میں تفسیر مدارک کا حوالہ دے کر لکھتا ہے) ''والغیب مالم یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق'' یعنی غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو (جس پر دلیل ہو وہ غیب نہیں) اور کسی مخلوق کو مطلع نہ کیا گیا ہو (کسی کو مطلع کیا گیا ہو تو وہ غیب نہیں)

(جاء الحق صفحہ 93۔۔ تفسیر مدارک ج2 ص617)

اور اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار نے اپنی تفسیر نور العرفان میں لکھا ہے کہ حقیقی طور پر غیب صرف رب تعالی ہی جانتا ہے پھر جسے وہ بتادے اس کے بتانے سے وہ (دوسرا) بھی جانتا ہے (نور العرفان صفحہ 460)

اور اسی طرح جو چیز وحی سے معلوم ہو وہ بھی غیب نہیں مثلاً سورہ انعام کی آیت نمبر 50: ''وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ'' کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب جلالین نے لکھا ہے کہ ''مَاغَابَ عَنِّیْ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیَّ'' ترجمہ: (اور میں غیب نہیں جانتا) اور غیب وہ ہے جو مجھ سے مخفی ہے اور میری طرف اس کی وحی نہیں کی گئی (جلالین صفحہ 116)

تبصرہ:

اور اس کے ساتھ ایک چیز ہم بھی عرض کرتے ہیں جو مذکورہ ذرائع میں سے ہی ہے لیکن وضاحت کے طور پر ہم اس کو کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ سمجھنا آسان ہو اور وہ ہر فریق کے نزدیک مسلّم ہے وہ یہ ہے کہ جو علم کسی استاذ کے پڑھانے سے حاصل ہو تو اس پڑھنے والے کو عالم تو کہا جاتا ہے لیکن عالم الغیب نہیں کہا جاتا اگرچہ وہ علم استاد کے پڑھانے پہلے علم غیب تھا. جیسا کہ کسی جاہل آدمی کے لیے قرآن مجید کا علم غیب ہے۔ اگر یہ آدمی کسی استاذ سے قرآن کا علم سیکھ لے اور قرآن کا جاننے والا بن جائے اور اسی طرح وہ شریعت کا علم استاد سے سیکھ لے تو تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس کی دستار بندی کی جائے گی تو اس کو عالم کہا جائے گا، نہ کہ عالم الغیب۔

سوال: اس بات کو سمجھنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بھی کسی استاذ نے پڑھایا ہے یا نہیں۔۔۔؟

جواب: تو اس کا جواب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استاذ نہیں ہیں باقی اللہ رب العزت نے فرمایا: "سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰٓ ۙ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ" **ترجمہ:** اے محبوب ہم آپ کو ایسا پڑھائیں گے کہ آپ کبھی نہیں بھولیں گے مگر جو خود اللہ بھلانا چاہے (وہ بھلا سکتے ہو)۔۔(الاَعلی آیت نمبر 7/6)

وفی آیۃ: "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" ترجمہ: یعنی اللہ نے آپ کو وہ تعلیم دی جو آپ نہیں جانتے تھے۔(النساء آیت نمبر 113)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا علم اللہ رب العزت نے پڑھایا ہے اور جو کسی سے پڑھ کر علم حاصل کرے اس کو عالم کہا جاتا ہے، نہ کہ عالم الغیب۔ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کائنات کا سب سے بڑا عالم کہا جاتا ہے، نہ کہ عالم الغیب۔

حضور ﷺ اللہ تعالی سے پڑھے

اور یہی بات خود حکیم البریلویت نے اسی کتاب میں لکھی ہے کہ چند سال کامل استاد کی صحبت میں رہ کر انسان عالم بن جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل ولادت پاک کروڑوں برس رب تعالی کی بارگاہ خاص میں حاضر رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ کامل عالم ہوں (جاء الحق صفحہ 81 علم غیب کے عقلی دلائل کے بیان میں)

(اور آگے لکھتا ہے)

اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار وجوہات ہو سکتی ہیں۔

(1) اول تو یہ کہ شاگرد نااہل تھا استاد سے پورا فیض نہ لے سکا۔

(2) دوم یہ کہ استاد کامل نہ تھا کہ مکمل سکھا نہ سکا۔

(3) سوم یہ کہ استاد یا بخیل تھا پورا پورا علم اس شاگرد کو نہ دیا یا اس سے زیادہ کوئی اور شاگرد پیارا تھا کہ اس کو سکھانا چاہتا تھا۔

(4) چہارم یہ کہ جو کتاب پڑھائی وہ ناقص تھی۔

ان چار وجہوں کے علاوہ کوئی اور وجہ ہو ہی نہیں سکتی یہاں تو سکھانے والا پروردگار اور سیکھنے والا محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیا سکھایا۔۔؟ قرآن اور اپنے خاص علوم۔۔

بتاؤ آیا رب تعالی کامل استاد ہیں یا نہیں۔۔؟

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائق شاگرد نہیں۔۔؟

رب تعالٰی کامل عطا فرمانے والا، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کامل لینے والے، قرآن کریم کامل کتاب، "اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ وہی (محبوب) سب سے زیادہ مقبولِ بارگاہ پھر علم ناقص کیوں۔۔؟ (جاء الحق صفحہ 83)

تبصرہ: اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالی کے شاگرد ہیں اور اللہ تعالی آپ کے استاذ ہیں اور یہ قانون ہے کہ استاذ سے پڑھ کر جاننے والے کو عالم کہا جاتا ہے، نہ کہ عالم الغیب۔ اس لیے خود احمد یار بریلوی نے لکھا ہے کہ حضور کیوں نہ کامل عالم ہوں۔۔ (جاء الحق صفحہ 81)

حقیقت میں نبی علیہ السلام کے کامل عالم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں پوری امت مسلمہ اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل عالم مانتی ہے اختلاف صرف عالم الغیب کے عقیدے کے بارے میں تھا اس کو بھی مفتی بریلوی نے استاد اور شاگردی کی مثال دے کر حضور علیہ السلام کو عالم کہہ کر مسئلہ حل کر دیا، نتیجہ وہی ہوا کہ عالم الغیب صرف اللہ ہی ہے باقی مخلوق میں بہت سارے عالم ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے عالم ہیں۔

اور ماقبل میں تفسیر مدارک کی تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز دلیل سے معلوم ہو وہ غیب نہیں یا جس چیز پر مخلوق کو اطلاع دی جائے اگرچہ وہ وحی کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ تفسیر جلالین سے ثابت ہوا وہ بھی علم غیب نہیں۔

لہذا علم غیب صرف ذاتی طور پر جاننے کو کہا جاتا ہے اور "نور العرفان" کی عبارت سے معلوم ہوا کہ علم غیب صرف اللہ رب العزت ہی جانتا ہے جب کسی کو وہ بتائے تو وہ دوسرا بھی اس کو جانے گا۔ لیکن اس کو علم غیب نہیں کہا جائے گا کیوں کہ وہ علم غیب کی تعریف میں شامل نہیں۔ آگے ان تمام تعریفوں کا خلاصہ ہم بیان کریں گے جس کو دیکھ کر حکیم البریویت کے تمام دلائل کو اسی پر پرکھنا ہے اور دیکھنا ہے کہ کیا یہ آیات یا دلائل واقعی علم غیب پر دلالت کرتے بھی ہیں یا یہ مفتی بریلوی صاحب کا دھوکہ ہے۔

ماقبل کی تعریفوں کا خلاصہ

(1) جو چیز حواس خمسہ سے معلوم کی جائے وہ علم غیب نہیں۔ (جاء الحق صفحہ 43)

(2) جو چیز بداہۃً عقل سے محسوس کی جائے وہ علم غیب نہیں (جاء الحق صفحہ 43)

(3) جو چیز کسی دلیل سے معلوم ہو وہ علم غیب نہیں (جاء الحق صفحہ 43).

(4) کوئی آلہ کسی چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے اور ظاہر ہونے کے بعد کوئی اس کو جان لے تو وہ بھی علم غیب نہیں (ایضاً 43)

(5) جو چیز وحی الٰہی سے معلوم ہو وہ بھی علم غیب نہیں۔ (جلالین صفحہ 116)

(6) جو علم استاد سے پڑھ کر حاصل ہو وہ بھی علم غیب نہیں۔ (جاء الحق صفحہ 81/82)

(7) جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں (جاء الحق صفحہ 93)

یہ تمام چیزیں ہم نے جاء الحق کے مصنف کی ہی ذکر کی ہیں صرف ایک چیز "وَلَمۡ یُوحَ اِلَیَّ" کو تفسیر جلالین سے نقل کیا ہے۔ اب ہم خود مصنف کی اس تحقیق کے بعد اس کی ہر دلیل کو اس اصول کے سامنے رکھ کر پرکھیں گے یعنی جو چیز مذکورہ ذرائع میں سے کسی ایک ذریعے سے بھی کسی کو معلوم ہو جائے تو اس کو علم غیب نہیں بلکہ صرف علم کہا جائے گا۔

عبارت:

دوسری فصل ضروری کے فوائد کے بیان میں:

نفس علم کسی چیز کا بھی ہو برا نہیں ہاں بری باتوں کا کرنا کرنے کے لیے سیکھنا برا ہے۔

سارے انبیاء اور ساری مخلوق کے علوم حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے اس کو مولوی محمد قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں مانا ہے جس کے سارے حوالے آتے ہیں۔۔۔ تو جس چیز کا علم کسی مخلوق کو بھی ہے وہ حضور علیہ السلام کو ضرور ہے بلکہ سب کو جو علم ملا وہ حضور علیہ السلام کی تقسیم سے ہی ملا۔۔۔۔۔۔۔ انبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ اس لیے ہم حضرت آدم و حضرت خلیل اللہ علیہما السلام کے علم سے بھی بحث کریں گے۔

قرآن اور لوح محفوظ میں سارے واقعات "کل ما کان وما یکون" ہیں اور اس پر ملائکہ اور بعض اولیاء وانبیاء کی نظریں ہیں اور ہر وقت وہ حضور علیہ السلام کے پیش نظر ہے۔۔۔۔ اس کے حوالے بھی آتے ہیں اس لیے ہم لوح محفوظ اور قرآن علوم کا ذکر بھی کریں گے۔ اسی طرح کاتب تقدیر فرشتہ کے علوم کا بھی ذکر کریں گے یہ تمام بحثیں علم مصطفی علیہ السلام کے ثابت کرنے کو ہیں (نہ کہ علم غیب کو) (جاء الحق صفحہ 43/44)

تبصرہ: مصنف نے اس میں چند چیزیں بیان کی ہیں۔

(1) نفس علم کسی چیز کا بھی ہو برا نہیں۔

(2) سارے انبیاء اور ساری مخلوق کے علوم حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے (اور عطائی علم کو علم غیب نہیں کہتے)

(3) سب کو جو علم ملا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تقسیم سے ملا۔

(4) لوح محفوظ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہے۔

ہم مصنف کے اس دعوے کا اُسی جگہ جواب عرض کریں گے جہاں وہ اپنے دعوے پر دلیل پیش کرے گا۔ لیکن ایک بات سمجھنا ضروری ہے کہ تمام مخلوق کے اغراض و مقاصد جدا جدا ہیں اور ہر ایک مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے متعلق جدا جدا علم اور فہم عطا کیا ہے تاکہ ہر مخلوق اپنی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس خداداد علم اور فہم سے اپنے مقصد کو پورا کر سکے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اس لیے تمام مخلوق کی خاصیتیں جدا جدا ہیں اور ان تمام خاصیتوں کو یا تمام مخلوق کے علم اور فہم کو رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں ماننا آپ ﷺ کی تعریف نہیں بلکہ توہین کا امکان ہے اس لیے آپ ﷺ کے علم کو تمام مخلوق کے علم سے موازنہ نہیں کیا جائے گا بلکہ آپ علیہ السلام کے کمالات اور جمالات کا صرف اور صرف انسانوں کے کمالات اور جمالات سے موازنہ کیا جائے گا اور اس کے علاوہ اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد کیا تھا اللہ جلّ جلالہ نے آپ ﷺ کی بعثت کے مقصد کو یوں بیان فرمایا ہے: "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۞

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہے مومنین پر کہ ان میں ان ہی (ان ہی کی جنس) میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی (اللہ کی) آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے،
اور اس سے پہلے ضرور وہ کھلی گمراہی میں تھے (سورۃ آل عمران آیت 164)

وفی آیۃٍ: يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ (المائدہ آیت 67)

ترجمہ: اے رسول پہنچادو جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے آپ کی طرف اتارا گیا ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا۔

وفی آیۃٍ: فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۞

ترجمہ: تو بہر حال تم پر تو صرف پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارا ذمہ ہے (الرّعد آیت 40)

وفی آیۃٍ: "وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۞

ترجمہ: اور رسول کے ذمہ نہیں ہے مگر پہنچا دینا۔ (النور آیت 54)

تبصرہ: ان تمام آیات میں آپ علیہ السلام کی رسالت کا مقصد بتایا گیا ہے کہ آپ پر صرف رسالت کا پہنچانا ہے اب اس مقصد کے لیے جس جس چیز کی ضرورت تھی اور جو جو صلاحیت تبلیغ رسالت میں درکار تھی ان تمام صلاحیتوں سے آپ علیہ السلام کو بخوبی نوازا گیا ہے تمام انبیاء و مرسلین سے آپ علیہ السلام کو ممتاز کیا گیا۔ اس لیے ضروری نہیں تھا کہ آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک نبی جیسا معجزہ دیا گیا ہو اور نہ ہی یہ ضروری تھا کہ ہر ایک نبی کو اس وقت کی مناسبت کے لحاظ سے جو جو علم بقدر ضرورت ملا آپ کو بھی بعینہ اسی طرح اسی قسم کا علم دیا گیا ہو مثلاً آدم علیہ السلام کو ہر چیز کے ناموں کا علم عطا کیا گیا، اور اس کے بعد ہر ایک بچہ اپنے ماحول اور معاشرے سے ہر چیز کا نام اس معاشرے کی زبان سیکھتا ہے۔ اور جس طرح نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کی ضرورت پڑی تو اللہ نے ان کو کشتی بنانے کا علم عطا کیا وغیرہ۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جس قسم کے معجزات کی ضرورت تھی اس قسم کے اعلی معجزات آپ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے اور اسی طرح تبلیغ رسالت

کے مؤثر بنانے کے لیے جن دلائل اور جس علم کی ضرورت تھی اللہ نے اپنے محبوب نبی کو اس قسم کے دلائل اور علم سے بخوبی آگاہ کیا اس لیے مجموعی طور پر آپ ﷺ کے معجزات کو تمام انبیاء مرسلین کے معجزات سے اعلٰی کہا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے علم کو تمام انبیاء مرسلین کے علم سے زیادہ کہا جاتا ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کے اخلاق، حلم، بردباری، صبر، قناعت، جرأت، بہادری، تعلیم، تدریس، امامت، خطابت، صداقت، عدالت، سخاوت، شجاعت اور سیاست کو تمام انبیاء و مرسلین کی تمام صفات سے اعلٰی و افضل کہا جاتا ہے۔اور ویسے بھی کسی چیز کی اچھائی یا خوبی اس کے ہم جنس کے تقابل سے معلوم کی جاتی ہے نہ کہ دوسری اجناس سے ہر ایک وصف کو کسی ایک میں جمع ہونے کے بعد کسی کو بہتر کہا جاتا ہے (اس طرح نہیں ہے) اور یہی بات خود احمد یار بریلوی نے یوں لکھی ہے کہ اللہ تعالی نے بعض انبیاء کو خاص عظمتیں بخشی ہیں ایک نبی کی خصوصیت تمام نبیوں میں ڈھونڈنا غلطی ہے۔ دیکھو ہر نبی کلیم اللہ نہیں (النساء آیت 164) وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا کی تفسیر میں نور العرفان صفحہ (164) اور دوسرے مقام میں لکھا ہے کہ زمین پر بے واسطہ کلام موسی علیہ السلام کی خصوصیت ہے اس لیے (اس کو کلیم اللہ کہا) رب نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معراج میں جو کلام فرمایا وہ زمین پر نہ تھا (اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کلیم اللہ نہیں کہتے) سورۃ البقرہ کی آیت (253) "مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ" کی تفسیر میں (نور العرفان صفحہ 65)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کی خصوصیت جدا جدا ہے لہذا کسی ایک نبی کی خصوصیات تمام انبیاء میں سمجھنا غلطی ہے تو اسی طرح تمام انبیاء کی جدا جدا خصوصیتیں کسی ایک نبی میں ڈھونڈنا غلطی ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ جو احمد یار نے لکھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے علم سے بھی بحث کریں گے اسی طرح کاتب تقدیر و فرشتہ کے علوم کا بھی ذکر کریں گے یہ تمام بحثیں علم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت کرنے کو ہیں (جاء الحق صفحہ 45)

تو حکیم البریلویت کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علم غیب کا عقیدہ قیاس سے ثابت کرے گا حالانکہ عقیدہ نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے اور دوسری بات یہ کہ علم مصطفی علیہ السلام کو ثابت کرنا چاہتا ہے علم غیب کو نہیں حالانکہ مصطفی علیہ الصّلوۃ والسّلام کے علم پر بحث نہیں عقیدہ علم الغیب زیر بحث ہے۔

عبارت:

تیسری فصل: علم غیب کے متعلق عقیدہ اور علم غیب کے مراتب کے بیان میں غیب کی تین صورتیں ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں (خالص الاعتقاد صفحہ 5)

پہلی صورت اس میں تین شقیں ہیں

(1) اللہ عالم بالذّات ہے اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا (اور جو کسی کے بتانے سے معلوم ہو وہ علم غیب نہیں ہے)

(2) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کو اپنے بعض غیوب کا علم دیا (صفحہ 45)

(3) حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے حضرت آدم و خلیل اللہ علیہما السلام اور "ملک الموت و شیطان" بھی خلقت ہے یہ تین باتیں ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے (جاء الحق صفحہ 45)

<u>تبصرہ:</u> حکیم البریلویت نے جب پہلی شق میں لکھا ہے کہ اللہ عزوجل عالم بالذّات ہے اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا ہم اسی بات کو خود احمد یار کے بتائے ہوئے اصول سے دیکھتے ہیں کہ اس سے کیا معلوم ہوتا ہے

اصول ہے کہ کوئی مخفی چیز حواس خمسہ یا عقلی دلیل یا وحی کے ذریعے یا کسی آلے کے ذریعے معلوم کی جائے وہ علم غیب نہیں اب اس نے خود لکھا کہ اللہ تعالی کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا تو ظاہر ہے کہ اللہ کے بتانے کے بعد جاننے کو علم کہا جائے گا علم غیب ہرگز نہیں اور خود اس نے "صفحہ 93" پر لکھا ہے کہ غیب صرف ذاتی (جاننے) کو کہا جاتا ہے اس میں دوسری شق کا جواب بھی ہو گیا تیسری شق کہ حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے تو آپ ﷺ کے علم کی زیادتی کو ہم نے اوپر ذکر کر دیا ہے کہ کون کون سی چیزوں میں اور کس طرح زیادتی ہے مثلا اللہ کی محبت، اگرچہ تمام انبیاء اور مومنین صالحین حضرات کو اللہ سے انتہائی محبت ہے اور تمام مخلوق سے زیادہ محبت اللہ کی ذات سے ہے

"کما قال اللہ تعالی "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ" ایمان والوں کو اللہ سے سخت ترین محبت ہے" (البقرہ آیت 165)

لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالی کی ذات سے جو محبت تھی وہ تمام انبیاء و صالحین کی بنسبت کئی گنا زیادہ تھی اور اسی طرح اللہ کی ہیبت اور خشیت بھی بنسبت تمام انبیاء و صالحین کے آپ ﷺ کے دل میں اللہ کا خوف سب سے زیادہ تھا۔ جیسا کہ خود احمد یار نے سورۃ یونس کی آیت نمبر 15: وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۞

اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ انبیاء کرام کو رب کا خوف بہت زیادہ ہوتا ہے بلکہ انہیں ہیبت الہی ہوتی ہے

(نور العرفان صفحہ 334)

اور اسی طرح مفتی نعیم الدین بریلوی نے سورۃ فاطر کی آیت 28: "اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ۔۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالی کا خوف اس کو ہے جو اللہ کے جبروت اور اس کی عزت و شان سے باخبر ہے بخاری و مسلم کی صحیح حدیث میں ہے کہ سید عالم

[Website: DifaAhleSunnat.com]

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اللہ عزّوجل کی کہ میں اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں (خزائن العرفان صفحہ 520)

تبصرہ: اس سے معلوم ہوا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق سے اللہ کی معرفت زیادہ حاصل تھی اور اس معرفت کی وجہ سے اللہ کی عبادت میں جتنی آپ ﷺ کو لذت حاصل تھی دوسروں کو ایسی لذت کا حاصل ہونا مشکل تھا اور جس طرح اس معرفت کی وجہ سے اللہ کی ذات اقدس کا خوف زیادہ ہوتا تھا اور اس خوف کی زیادتی کی بدولت اللہ تعالی کے احکام کو پورا کرنا اور ہر قسم کی ادنیٰ سے ادنیٰ نافرمانی سے بچنا آپ ﷺ کے لیے آسان ہوتا تھا جو دوسروں کو اس طرح میسر نہیں اور یہی عزت و عظمت میں اضافہ کرنے والی چیز ہے۔

کما قال اللہ تعالی: "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" **ترجمہ:** یقیناً آپ لوگوں میں سے وہی سب سے زیادہ معزّز اور مکرّم ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ (الحجرات آیت 13)

اس کے برابر دوسروں کو اتنا خوف مشکل تھا اس بنا پر تمام امت کا عقیدہ ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر مخلوق میں سے کسی کو علم نہیں۔ اور اسی طرح قرآنی آیات میں جو فرمایا گیا ہے القرآن: فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۞

ترجمہ: اے صاحب بصیرت عبرت حاصل کرو (الحشر آیت 2)

وفی آیۃ: لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۞

ترجمہ: عقل والوں کے لیے قدرت کو سمجھنے کے لیے بڑی نشانیاں ہیں (آل عمران آیت 190)

وفی آیۃ: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔۔ ترجمہ: کیا وہ قرآن میں تدبر (غور) نہیں کرتے۔؟ (النساآیت 82) اور ظاہر ہے کہ تمام انسان عقل میں، بصیرت میں اور تدبر میں برابر نہیں ہر ایک اپنی اپنی لیاقت کے مطابق قرآن کی آیات سے عبرت حاصل کرتا ہے اس لیے تمام لوگوں کا درک برابر نہیں ہو سکتا تو ان تمام چیزوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے نمایاں ہیں۔ آپ علیہ السلام کی بصارت، بصیرت اور تدبر تمام اہل علم سے اعلیٰ اور بالا ہے قرآن کی آیات میں غور و فکر کے بعد جیسا درک آپ علیہ السلام کو حاصل تھا ان کے برابر کسی کو بھی حاصل نہیں تھا اس بنا پر پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ آپ علیہ السلام کا علم سب سے زیادہ تھا۔

اس تیسری شق میں انہوں نے شیطان کا بھی ذکر کیا ہے کہ مخلوق میں شیطان بھی ہے اور آگے چل کر یہ حکیم البریلیت آپ علیہ السلام کے پاکیزہ علم کو شیطان کے اغوا کرنے والی حرکات پر قیاس کر کے ثابت کرے گا حالانکہ یہ انتہائی بے ادبی اور گستاخی ہے (نعوذ باللہ) اور دوسری بات یہ کہ اصطلاح میں لفظ علم اللہ کی معرفت اور شریعت کے احکام، عقائد، اور شرعی مسائل کے جاننے کو کہا جاتا ہے نہ کہ دنیا کی چیزوں کے جاننے کو، نہ غیر شرعی حرکات کے فن کو، یعنی ان چیزوں کو "فن اور ہنر" کہا جاتا ہے اس

لیے جب بھی لفظ اہل علم یا عالم بولا جاتا ہے تو اس سے مراد شریعت کا علم رکھنے والے حضرات ہی ہوتے ہیں۔ لہذا شیطانی وساوس اور حرکات کو علم کہہ کر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ علم کو اس پر قیاس کرنا یہ مفتی بریلوی کی ہی جہالت ہے۔

عبارت:

دوسری صورت. اس قسم میں دو شقیں ہیں

شق نمبر (1) اولیاء کرام کو بھی بالواسطہ انبیائے کرام کچھ علوم غیوب ملتے ہیں۔

شق نمبر (2) اللہ نے حضور علیہ السلام کو پانچوں غیبوں میں سے بہت سی جزئیات کا علم دیا۔

حکم:۔ جو اس قسم دوم کا منکر ہے وہ گمراہ اور بد مذہب ہے۔

تبصرہ: حکیم البریلویت نے اس دوسری صورت میں دو شقیں بنائی ہیں اب ہم ان دونوں شقوں کو خود مصنف کے اصول کو سامنے رکھ کر سمجھنا چاہتے ہیں۔

نمبر (1) جو چیز حواس خمسہ سے معلوم ہو وہ علم غیب نہیں۔ نمبر (2) بداہۃً عقل میں آئے وہ علم غیب نہیں۔

نمبر (3) وحی کے ذریعے معلوم ہو وہ علم غیب نہیں۔ نمبر (4) کسی آلہ کے ذریعے معلوم ہو وہ علم غیب نہیں۔

نمبر (5) جس پر کوئی دلیل قائم ہو وہ علم غیب نہیں۔ نمبر (6) جو چیز اطلاع سے معلوم ہو یعنی عطائی ہو وہ علم غیب نہیں۔

علم غیب صرف ذاتی کو کہا جاتا ہے۔

ان اصولوں کے بعد یہ لکھنا کہ اولیاء کرام کو بھی بالواسطہ انبیاء کرام کچھ علوم غیوب ملتے ہیں یہ جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔۔؟ اور دوسری بات کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو پانچوں غیبوں میں سے بہت سی جزئیات کا علم دیا اس سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ نے ان غیوب میں سے جو چاہا، جب چاہا، اپنے محبوب علیہ السلام کو تعلیم دی، اطلاع دی، ظاہر کر دیا، یا وحی فرمادی، تو آپ علیہ السلام کو معلوم ہوتا تھا۔ ان ذرائع میں سے کسی ایک ذریعے سے جو مخفی چیز کسی کو معلوم ہو اسے علم غیب نہیں کہتے کیوں کہ جب تک وہ چیز غیب میں تھی تو آپ علیہ السلام اس کو نہیں جانتے تھے اور جب اللہ نے ان مخفی چیزوں میں سے کوئی چیز آپ علیہ السلام پر ظاہر فرمادی تو آپ علیہ السلام نے جان لیا اور ظاہر ہو جانے کے بعد جاننا یہ ظاہر کو جاننا ہے نہ کہ غیب کو۔

عبارت:

تیسری صورت. اس میں تین شقیں ہیں۔

نمبر (1) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب واقع ہو گی۔

نمبر (2) تمام گزشتہ اور آئندہ کے واقعات جو لوحِ محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا۔

نمبر (3) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت روح، اور قرآن کے سارے متشابہات کا علم دیا گیا۔ (اس پر تبصرہ آگے کریں گے)

چوتھی فصل: جب علم غیب کا منکر اپنے دعویٰ پر دلائل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

نمبر (1) وہ آیت قطعی الدّلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

نمبر (2) اُس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی کی گئی ہو کہ ہم نے نہیں دیا، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ مجھے یہ علم نہیں دیا گیا۔

نمبر (3) صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی نہیں، کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔

(یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخی نہیں. تو اور کیا ہے۔ رحمانی)

نمبر (4) جس کے لیے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الٰہی اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔ یہ چار 4 فصلیں خوب خیال میں رکھی جائیں (جاء الحق صفحہ 44)

تبصرہ: مفتی بریلوی نے تیسری فصل کی تیسری صورت میں "تین شقیں" بنائی ہیں جس میں اس نے حضور علیہ السلام کے لیے قیامت کے علم کا دعویٰ کیا ہے، کہ وہ کب واقع ہو گی اور لوح محفوظ کے تمام علوم کا دعویٰ کیا ہے، اور اس سے بھی زیادہ علم کا دعویٰ کیا، اور حقیقت روح اور قرآن کے سارے متشابہات کے علم کا دعوی کیا، یہ صرف دعوے تھے اس لیے ہم نے ان پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور چوتھی فصل میں اس نے کسی بھی دعویٰ کے دلیل کو سمجھنے کے لیے چار باتوں کا خیال رکھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔

جس طرح انہوں نے علم غیب کے انکار کے متعلق چار باتوں کا ذکر کیا ہے ہم بھی انہی اصول کو مانتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئی بھی بریلوی عالم اپنا عقیدہ کہ "اللہ کے سوا مخلوق میں کوئی عالم الغیب ہے" تو اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے وہ بھی. ان اصولوں پر رہ کر ثابت کرے یعنی۔

(1) آیت قطعی الدّلالت ہو جس کے معنٰی میں کوئی دوسرا احتمال نہ نکلتا ہو اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

(2) اس آیت یا حدیث میں صراحت ہو کہ مخلوق میں سے کوئی عالم الغیب ہے۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمائیں کہ میں عالم الغیب ہوں۔ یا دوسرا کوئی خود کہے کہ میں عالم الغیب ہوں۔ یا بعض غیب جانتا ہوں۔

(3) جو باتیں علم غیب کی تعریف میں مصنف نے خود بیان کی ہیں اور جن چیزوں سے معلوم کرنے کے بعد علم غیب نہیں کہا گیا اس کے علاوہ سے علم غیب ثابت کرنے کی دلیل پیش کرے گا۔

4) اس آیت یا حدیث میں واضح طور پر موجود ہو کہ قیامت تک ہونے والے واقعات کا اللہ کے سوا دوسرا کوئی عالم الغیب ہے۔
اور مصنف نے جو لکھا ہے کہ جب علم غیب کا منکر اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال ضروری ہے، اس کا یہ بھی ایک دھوکہ ہے، کیوں کہ جو منکر ہے وہ مدعی نہیں اور دلیل پیش کرنا مدعی پر ہوتا ہے نہ کہ منکر پر۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "اَلبَیِّنَۃُ عَلَی المُدَّعِی وَالیَمِینُ عَلٰی مَن اَنکَرَ" یعنی دلیل پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے۔
باقی مصنف نے جو یہ لکھا ہے کہ صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر ظاہر نہ کیا ہو یہ بھی اس کا دھوکہ ہے، کیوں کہ سائل کے جواب میں علم کو ظاہر کرنا ضروری ہوتا ہے کسی چیز کو ضرورت کے وقت ظاہر نہ کرنا اس چیز کے علم نہ ہونے کی علامت ہے۔
جیسا کہ خود احمد یار نے لکھا ہے سورۃ کہف آیت 24 "اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ" کی تفسیر میں ہے کہ مکہ والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بتائیں گے اور "اَنْ يَّشَآءَ اللّٰه" فرمانا یاد نہ رہا تو کئی روز تک وحی نہ آئی اس وقت تک اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اصحاب کہف کے واقعے کی تفصیل نازل نہ فرمائی تھی (نور العرفان، ایضا، صفحہ 356)
اسی طرح مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ اہل مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اصحاب کہف کا حال دریافت کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل بتاؤں گا اور ان شاء اللہ نہیں فرمایا تھا، تو کئی روز تک وحی نہیں آئی پھر یہ آیت نازل ہوئی (خزائن العرفان صفحہ 354) اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام نے اسی دن اصحاب کہف کا حال نہیں بتایا اگر معلوم ہوتا تو ان کو پورا قصہ بیان فرما دیتے جیسا کہ مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ "اس وقت تک اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کھف کی بات بیان نہ فرمائی تھی" (نور العرفان صفحہ 356)
آپ علیہ السلام نے اس امید پر کہ عموماً کفّار کے سوالوں کا جواب اللہ کی طرف سے بھیجا جاتا ہے فرمایا کہ کل بتاؤں گا لیکن آپ نے "ان شاء اللہ" نہ کہا تو اس پر اللہ نے تعلیماً یوں سمجھایا کہ کئی روز تک وحی کو روک دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ان شاء اللہ" کیوں نہ کہا اور وحی الٰہی کے آنے پر اور کفار کا بار بار سوال کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پریشانی ہوئی ہوگی یہ ہر ایک سمجھدار خود اندازہ لگا سکتا ہے، بالآخر کئی دنوں کے بعد وحی الٰہی آئی جس میں کفار کے سوال کا جواب بھی آیا اور یہ بھی نصیحت کی گئی کہ: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (الکھف آیت 23/24)
ترجمہ: کسی چیز کے لیے بھی ہر گز نہ کہنا کہ میں کل کروں گا سوائے ان شاء اللہ کہنے کے۔
اس حقیقت کے باوجود پھر بھی یہ کہنا کہ آپ ﷺ کا کسی بات کو ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ہے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو (جاء الحق صفحہ 43)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

یہ سراسر غلط ہے پھر لفظ " ممکن " پر بھی غور کریں اگر اس سے علم کا امکان ہو سکتا ہے تو عدم علم کا امکان بھی ہو سکتا ہے اور عقیدے کے معاملے میں لفظ ممکن کی دلیل کے اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اور اس کا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "خدا ہی جانے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا مجھے کیا معلوم "(جاء الحق صفحہ 44)

تو مفتی بریلوی کی اس عبارت کا مطلب یہ ہو گا کہ بریلوی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف اور واضح ارشادات کو بھی اپنے مصنوعی عقیدے کے خلاف سمجھ کر نہیں مانتے۔

(1) یعنی آقا علیہ السلام کا ارشاد ہو کہ خدا ہی جانے، پھر بھی بریلوی کہیں گے ہم نہیں مانیں گے بلکہ آپ بھی جانتے ہیں۔

(2) اس طرح اگر آقا علیہ السلام کا ارشاد ہو کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر بھی بریلوی کہیں گے کہ ہم نہیں مانتے، ہاں دوسرا کوئی نہ جانے تو نہ جانے، لیکن آپ ضرور جانتے ہیں۔

(3) اور کسی چیز کے بارے میں آقا ﷺ کا ارشاد ہو کہ مجھے کیا معلوم تو اس پر بھی بریلوی کہیں گے کہ ہم نہیں مانتے، آپ کو علم ہے۔ (یہ ہے بریلویوں کا حال)

اور عبارت کے اگلے حصے میں لکھا ہے کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرانے کے لیے ہوتے ہیں، مفتی بریلوی کی یہ سوچ بھی غلط ہے کیوں کہ ہر ایک بندے کے پاس جو چیز ہے وہ عطائی ہے، اگر کسی چیز کے اثبات کا دعویٰ ہے تو وہ بھی عطائی ہے، اگر کسی چیز کی نفی ہے تو وہ بھی عطائی چیز کی نفی ہی ہوتی ہے۔

اور اسی طرح مخاطب کو خاموش کرانے کے لیے بھی آپ یہ نہ فرمائیں گے کہ مجھے کیا معلوم۔

یہ مفتی بریلوی کی الٹی سوچ اور آقا علیہ السلام پر کھلا جھوٹ ہے۔

اور اسی طرح اس کا ایک دعوی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام کو رب تعالی نے بعض غیوب کا علم دیا اور اسی قسم کا دوسرا جملہ کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں میں سے بہت سی جزئیات کا علم دیا (جاء الحق صفحہ 43)

ان عبارات سے مصنف نے یہ سمجھا یا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہر چیز کو نہیں جانتے بعض غیوب سے بھی جزئیات کا علم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ لکھا کہ بعض غیوب کا علم دینے کا انکار کفر ہے اور جزئیات کا علم دینے کا منکر گمراہ اور بدمذہب ہے اور اس کے بعد اس نے یہ عبارت لکھی کہ تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا (جاء الحق ص 43 ایضًا) مفتی بریلوی کی یہ عبارت پہلی عبارت کے خلاف ہے کیوں کہ اس نے پہلے تیسری فصل کی دوسری شق میں لکھا کہ حضور ﷺ اور دیگر انبیائے کرام کو اللہ تعالی نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا (ایضاً ص 43) اور اسی ہی تیسری فصل کی قسم دوم کی دوسری شق میں لکھا کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو پانچ غیبوں میں سے بہت سے جزئیات کا علم دیا اور اسی ہی تیسری فصل کی قسم سوم کہ دوسری شق میں لکھا کہ تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں بلکہ ان سے بھی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

زیادہ کا علم دیا گیا۔ اب سوال ہے کہ حکیم البریلویت کا صحیح عقیدہ کونسا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو پانچ غیبوں جو سورت لقمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں ان میں سے بہت سی جزئیات کے جاننے کا عقیدہ رکھتے ہیں ؟ یا تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کے جاننے کا عقیدہ رکھتے ہیں ؟ علم دیا گیا۔ اگر پہلا عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ جزئیات کو جانتے ہیں تو دوسرے عقیدے کے منکر ہیں، اور اگر دوسری شق کو مانتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام گزشتہ اور آئیدہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کو اور ان سے بھی زیادہ کو جانتے ہیں تو پہلا عقیدہ غلط ہوا، اس تضاد کا حل بریلوی مکتبہ فکر کے علماء کو کرنا لازمی ہے، جو ان پر ان کے عوام کا قرضہ ہے۔

اور مفتی احمد یار بریلوی صاحب نے ایک آیت "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ" (الأنعام آیۃ 38) کی تفسیر انوار التنزیل کے حوالے سے لکھا ہے کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کیوں کہ یہ لوح محفوظ ان تمام باتوں پر مشتمل ہے جو عالم میں ہوتا ہے ہر ظاہر اور باریک، اور اس میں کسی حیوان اور جماد کا معاملہ چھوڑا نہ گیا۔ اور وتفسیر عرائس البیان کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کتاب میں کسی کا ذکر نہ چھوڑا ہے۔ (جاء الحق ص 54) اور آیت کریمہ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ (الأنعام آیۃ 59) کی تفسیر روح البیان کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ (کتاب) لوح محفوظ ہے کہ اللہ تعالی نے اس میں ساری ہوسکنے والی چیزیں جمع فرمادیں اور تفسیر خازن کے حوالے سے لکھا ہے کہ "كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" سے مراد لوح محفوظ ہے کیوں کہ اللہ تعالی نے اس میں، جو کچھ ہوگا اور جو کچھ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ہوچکا سب کا علم لکھ دیا (جاء الحق ص 55)

ان آیات سے مفتی احمد یار نے اس طرح استدلال کیا کہ تمام چیزیں لوح محفوظ میں ہیں ان کی مقدار اور ان کا وقت بیان کر دیا گیا ہے، اور اس نے نتیجے کے طور پر لکھا ہے کہ لوح محفوظ میں ہر خشک و تر ادنٰی و اعلٰی چیز ہے (جاء الحق صفحہ 55/ 56) حکیم البریلویت نے ان تفاسیر کے حوالوں سے یہ ثابت کیا کہ جو چیز آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے تھی اور جو بعد میں ہونے والی تھی خشک وتر، ادنٰی و اعلٰی، سب لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور حضور ﷺ ان سب چیزوں کو جانتے ہیں۔ پھر کلٹی کھا کر یہ لکھا کہ جو چیز لوح محفوظ میں ہے ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ وہ زیادہ کون سی چیز ہے جو لوح محفوظ میں نہیں لکھی گئی تھی اگر لوح محفوظ میں ہر چیز ہے یہ سچ ہے تو لوح محفوظ سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا یہ جھوٹ ہے اگر لوح محفوظ میں جو کچھ ہے اس سے بھی زیادہ کچھ ہے تو جو تفسیروں نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ میں ہر چیز کا بیان ہے وہ جھوٹ ہے۔ اور پہلے لکھا کہ آپ ﷺ پانچ غیبوں میں سے بہت سی جزئیات کو جانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکیم البریلویت ایسی بوکھلاہٹ کا شکار ہے کہ جو لکھا ہے اس کو خود بھی نہیں سمجھا۔

عبارت: جس کے لیے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے" (جاء الحق صفحہ 44)

تبصرہ: یہ عبارت اس عبارت کے خلاف ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ غیبوں میں سے بہت سی جزئیات کا علم دیا ہے (جاء الحق صفحہ 43)

کیوں کہ اس عبارت میں پانچ غیبوں میں سے جزئیات کے علم کا دعویٰ ہے جبکہ "صفحہ 44" والی عبارت میں قیامت تک کے سارے واقعات کے علم کا دعویٰ ہے۔

اور اسی طرح (صفحہ 43) پر لکھا ہے کہ تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا جبکہ (صفحہ 44) کی عبارت میں ہے کہ قیامت کے بعد کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے (کیا قیامت کے بعد جو کچھ ہو گا وہ لوح محفوظ میں نہیں ہے۔۔؟)

لہذا اس عبارت کا ایک ٹکڑا ایک عبارت کے مخالف اور دوسرا ٹکڑا دوسری عبارت کے ٹکڑے کے مخالف ہے۔

عبارت:

اس نے علم غیب کی تین صورتوں میں سے پہلی صورت کی پہلی شق میں لکھا ہے کہ اللہ عزّ وجل عالم بالذّات ہیں اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا (صفحہ 43)

الجواب بعون الوھّاب اس عبارت کا جواب ہم اپنی طرف سے نہیں بلکہ خود جاء الحق کی عبارت سے ہی دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ (جاالحق صفحہ 41) پر خلاصے کے طور پر احمد یار نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آلہ چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے تو پھر ظاہر ہو چکنے کے بعد ہم اس کو معلوم کر لیں تو یہ علم غیب نہیں اور اسی طرح اس نے (صفحہ 39) پر لکھا ہے کہ غیب وہ ہے جس کو انسان نہ تو آنکھ، کان، ناک، وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ وہ بلا دلیل بداہۃً عقل میں آسکے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ کسی نبی یا رسول کو وحی کے ذریعے یا الہام یا القاِ کے ذریعے یا کسی کامل ولی کو الہام یا القاِ کے ذریعے اللہ نے کوئی غیبی خبر بتائی یا کسی کو اللہ نے کسی وقت میں کوئی مخفی چیز ظاہر کر کے دکھائی تو احمد یار کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق اس کو علم غیب نہیں کہا جائے گا اس عبارت میں جو اس نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا تو پورا مسئلہ ہی حل ہو گیا کہ اللہ کے بغیر کسی کو عالم الغیب نہیں کہا جائے گا یہی نظریہ قرآن مقدس میں پہلے ہی بیان ہوا ہے۔ کما قال اللہ تعالی: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۞
(النمل آیت نمبر 65) لیکن بریلوی نہیں مانتے۔

اس آیت کی شرح میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ وہی اللہ جاننے والا غیب کا اس کو اختیار ہے جسے چاہے بتائے چنانچہ اپنے پیارے انبیاء کو بتاتا ہے (خزائن العرفان صفحہ 461) اور خود احمد یار نے لکھا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی طور پر غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے پھر جسے چاہے بتا دے اس کے بتانے سے وہ بھی جانتا ہے (نور العرفان صفحہ 610)

بریلویوں کے ان دونوں مفتیوں نے بھی بات اللہ کے بتانے کی کی ہے کہ اللہ جسے بتائے۔ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے اگر اس کے بتانے کے بعد یا ظاہر کرنے کے بعد کسی مخفی چیز کو کوئی جان لے تو یہ حواس سے جاننا ہوگا اور حواس سے جاننے کو علم غیب نہیں کہا جاتا (خود بریلویوں کا بھی یہی نظریہ ہے۔

نتیجہ: حقیقت میں اس اصول کے بعد اس موضوع پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت ہی باقی نہ رہی لیکن باوجود اس کے پھر بھی اس نے اس مسئلے کو غلط رخ دینے کی کوشش کی ہے ہم ان شاء اللہ وہاں اس کا جواب دیں گے۔

دوسری شق کی عبارت:

اس میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کو رب تعالی نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا (صفحہ 45)

الجواب بعون الوھّاب

اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کو بعض غیوب کا علم دیا نہیں۔ بلکہ بعض غیبی باتوں کی وحی کے ذریعے القاء یا الہام کے ذریعے اطلاع دی۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ

(آل عمران آیت نمبر 79)

ترجمہ: اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ مطلع کرے تم کو مخفی چیزوں پر لیکن اللہ رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا انتخاب کر کے اسے (کبھی کبھی کسی مخفی چیز پر مطلع کرتا ہے)

وفی آیۃٍ: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۞ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۞ (الجنّ آیت 26 تا 28)

ترجمہ: غیب کو جاننے والا (اللہ) تو اپنے غیب کو کسی کے لیے ظاہر نہیں کرتا، مگر اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے کسی کے لیے (کسی غیبی بات کو ظاہر کرتا ہے) وہ بھی اس طرح کے ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کرتا ہے، تا کہ دیکھ لیں کہ انہوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور جو کچھ ان کے پاس ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے اس نے ہر چیز کی گنتی شمار میں رکھی ہے۔

اس آیت کی تشریح میں خود احمد یار نے لکھا ہے کہ پہرا مقرر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالی علوم غیبیہ کی وحی بھیجتا ہے تو وحی لانے والے فرشتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس فرشتوں کا پہرا ہوتا ہے تا کہ شیاطین دور رہیں کوئی غیبی وحی سن کر کاہنوں تک نہ پہنچا دیں (نور العرفان صفحہ 915)

اور مفتی نعیم الدین بریلوی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رب تعالی اپنے غیب خاص پر جس کے ساتھ وہ منفرد ہے کسی کو اطلاع کامل نہیں دیتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (خزائن العرفان صفحہ 683)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ان ہر دو آیات میں علم غیب کے لیے یا تو اطلاع کا لفظ بولا گیا ہے یا اظہار کا لفظ بولا گیا ہے ان آیات میں غیب عطا کرنا یا غیب کا علم دینا نہیں کہا گیا۔ اس لیے اطلاع اور اظہار کا فائدہ یہ ہو گا کہ جس مخفی (غیبی) چیز یا خبر کو اللہ نے اپنے کسی رسول کے لیے کبھی اس کو ظاہر کر کے دکھایا یا اطلاع دے کر اس کو بتایا تو یہ ظاہر کرنا یا بتانا صرف اسی وقت کے لیے خاص ہو گا جس وقت کوئی چیز اس کو ظاہر کر کے دکھائی گئی۔ مثلاً معراج کی حقیقت کو جھٹلانے کے لیے مشرکین نے بیت المقدس کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فسألتنی عن أشیاٍ من بیت المقدس لم اثبتها فکربت کربة ما کربت قط، قال فرفعه الله لی انظر الیه ما یسألونی عن شیءٍ الا انبأتهم بِه" (مسلم صفحہ 96 جلد 1)

یعنی قریش مجھ سے بیت المقدس کے بارے میں سوالات کر رہے تھے اور جس چیز کا وہ سوال کر رہے تھے اس کو میں ثابت نہیں کر سکتا تھا تو مجھے ایسی پریشانی ہوئی جو اس جیسی پریشانی پہلے کبھی بھی نہیں ہوئی تھی، پس اللہ نے اس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا پھر جو چیز وہ پوچھتے تھے وہی چیز میں دیکھ کر ان کو بتاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے بیت المقدس کو آپ ﷺ کے لیے ظاہر فرمادیا تو آپ ﷺ نے اس ظاہر کو دیکھ کر مخالفین کے سوالوں کا جواب دیا۔ تو یہ ظاہر کو جاننا ہوا، نہ کہ غیب کو۔

اور اسی طرح جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے کر بتائی گئی تو بھی وہ اس وقت کے لیے خاص ہو گا نہ کہ ہمیشہ کے لیے باقی جس چیز کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی، اطلاع، الہام، یا القاء کے ذریعے سے دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو ہمیشہ یاد رکھنے والے ہوتے تھے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰٓ ۞ إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

یعنی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پڑھائیں گے جو کبھی بھی نہیں بھولیں گے۔ (الاعلی آیت 6/7) باقی اس طرح جاننے والے کو عالم الغیب نہیں کہا جائے گا جیسا کہ غیب کی تعریف سے بھی یہ بات ظاہر ہے۔

عبارت: تیسری شق کی عبارت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سارے خلقت سے زیادہ ہے حضرت آدم خلیل اللہ علیہما السلام، ملک الموت، اور شیطان، بھی خلقت ہیں۔ (جاء الحق صفحہ 43)

الجواب بعون الوھّاب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اجمالی طور پر ساری خلقت سے زیادہ ہے اس بات کا انکار کوئی بھی مسلمان نہیں کر سکتا لیکن اس کا یہ مطلب نکالنا کہ ہر مخلوق کی ہر صفت جس کے ساتھ وہ خاص ہے ساری صفات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں بھی ماننا یہ ادب نہیں بلکہ بے ادبی ہے، اور کفر تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ مثلاً پرندوں کی اپنی خصوصیات ہیں پھر ان میں سے مختلف جنسیں ہیں ہر جنس کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔

جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں "ہدہد پرندہ" بھی ہوتا تھا اور وہ سلیمان علیہ السلام کو زمین کے پانی کی خبر دیتا تھا حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سفر کے دوران ایسی جگہ ٹھہرے جہاں پانی نہ تھا اور ہدہد زمین کے ظاہر اور باطن کو دیکھتا تھا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

خبر دیتا پھر جنات زمین سے اس کو نکال لیتے تھے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام جنگل میں ایک جگہ ٹھہرے اور انہیں پانی کی ضرورت پڑی تو ان کو ہدہد کا خیال آیا کہ وہ زمین کو دیکھ کر بتائے کہ زمین میں پانی ہے کہ نہیں تا کہ جنات سے پانی نکلوایا جا سکے (تبیان القرآن صفحہ 651.. از غلام رسول سعیدی بریلوی)

تبصرہ: اس سے معلوم ہوا کہ زمین کے اندر سے پانی دیکھنے کا جو علم ہدہد کو تھا وہ نہ تو کسی دوسرے پرندے کو تھا نہ کسی جن کو اور نہ ہی کسی انسان کو تھا حالانکہ انسان کی فضیلت ساری مخلوق پر مسلّم ہے اور انبیاء علیہم السلام کا علم بھی سب سے اعلی ہوتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تو خود اللہ نے فرمایا: وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ عِلۡمًا ۚ اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم بخشا (النمل آیت نمبر 15) لیکن باوجود اس کے سلیمان علیہ السلام کو بھی زمین کے اندر سے پانی معلوم کرنے کی جب ضرورت پڑتی تھی تو ہدہد سے ہی پوچھتے تھے کہ پانی کہاں ہے جب اس موقع پر ہدہد موجود نہیں تھا اور ادھر پانی کی ضرورت تھی تو سلیمان علیہ السلام نے اس پر اتنا غصہ کیا کہ اگر ہدہد نے اپنا کوئی معقول عذر پیش نہیں کیا تو۔ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيۡدًا اَوۡ لَاۡاَذۡبَحَنَّهٗۤ۔ البتہ اس کو ضرور سخت سزا دوں گا یا ذبح کر دوں گا (النمل آیت نمبر 21) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد پر اتنا غصہ اس لیے آیا کہ پانی معلوم کرنا یہ کسی اور سے نہیں ہو سکتا تھا اس قصے سے مفتی بریلوی کا یہ قاعدہ کلیہ بنانا کہ حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے اس لیے حضرت آدم و خلیل اللہ علیہما السلام، ملک الموت، اور شیطان، یہ سارے مخلوق ہیں وغیرہ ان کے علم کو دلیل بنا کر حضور علیہ السلام کے علم کو قیاس سے ثابت کر رہا ہے یہ قاعدہ کلیہ ٹوٹ گیا۔

اور جس طرح ہدہد کی یہ خصوصیت تھی اس طرح جنات کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں اور فرشتوں کی اپنی مثلاً جنات اور فرشتوں کی رفتار دوسری مخلوق سے زیادہ ہے یہ ان کی خصوصیت ہے اور دوسری شکلوں میں متشکل ہوتے ہیں یہ صفت بھی کسی اور مخلوق میں نہیں ہے یہ ان کی خصوصیت فن اور علم ہے اب اگر کوئی انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھے کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ اعلیٰ ہے ان کا علم بھی سب سے اعلیٰ ہے لہذا وہ بھی اپنے اندر فرشتوں جنات پرندوں کی ساری صفات رکھتے ہیں تو یہ نظریہ ادب کے خلاف ہے اور کفر تک پہنچانے والا ہو گا۔

ایسے ہی ہر نبی کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں اب ہر رسول کی صفت دوسرے رسول یا نبی میں پائی جائے یہ لازمی نہیں ہے کیوں کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش جس طرح ہوئی دوسرے کسی نبی کی بھی پیدائش اس طرح نہیں ہوئی، جس طرح ان کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرایا گیا اس طرح کسی دوسرے نبی کو سجدہ نہیں کرایا گیا، جس طرح پیدا ہوتے ہی جنت میں داخل کیا گیا کسی دوسرے نبی کو اس طرح جنت میں داخل نہیں کیا گیا، جس طرح تمام اشیاء کے ناموں کا علم سکھایا گیا اسی طرح کسی اور نبی کو اشیاء کا علم نہیں سکھایا گیا، جس طرح کہ اللہ نے فرمایا: وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهٗ ؕ **ترجمہ:** یعنی ہم نے اس رسول کو شعر گوئی نہ سکھائی اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔ ترجمہ (احمد رضا) (سورۃ یس آیت 69)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اب اس آیت کا مطلب بریلوی جو بھی لیں تو بھی یہ ثابت ہو گا کہ وہ چیز اللہ نے آپ کو نہیں سکھائی۔ اور مفتی احمد یار نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ کے بتائے بغیر کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا (جاء الحق صفحہ 43)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کو شعر کہنے کا ملکہ نہیں دیا گیا تھا اور یہی بات مفتی نعیم الدین بریلوی نے اس آیت کی تشریح میں لکھی ہے معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا (خزائن العرفان ق صفحہ 528)

اس آیت اور اس تشریح سے بھی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ساری مخلوق کو جو علم دیا گیا ہے وہ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بالضرور ہے "یہ قاعدہ کلیہ ٹوٹ گیا" اور جس طرح اللہ نے فرمایا: فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

ترجمہ: پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی بے پڑھے پر (ترجمہ احمد رضا)

لفظ امی جو کہ سورہ اعراف میں ہے اس کا ترجمہ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے "بے پڑھے" کیا ہے اس کی تشریح میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ یہ ترجمہ حضرت ابن عباس کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً امی ہونا آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے نہیں پڑھے (خزائن العرفان ق ج صفحہ 202)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم امی لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ (بخاری شریف حدیث 1913. مسلم حدیث نمبر 2472. ابو داؤد. حدیث نمبر 2319.. بحوالہ تبیان القرآن صفحہ 357 جلد 4 از غلام رسول سعیدی بریلوی)

آگے لکھتا ہے کہ امی وہ شخص ہے جو لکھتا ہو نہ کتاب سے دیکھ کر پڑھتا ہو اور ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امی اس لیے فرمایا کہ آپ نہ لکھتے تھے نہ کتاب سے دیکھ کر پڑھتے تھے اور حدیث میں ہے کہ ہم امی لوگ ہیں لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں یعنی اپنی پیدائش کی اصل پر ہیں نہ لکھنا سیکھا ہے نہ حساب کرنا۔ (تبیان القرآن صفحہ 357 تا 358 جلد 4)

نوٹ: آیت کریمہ، حدیث شریف، اور بریلوی مولوی کی تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ آپ علیہ السلام لکھنا اور پڑھنا جانتے نہ تھے اور آپ علیہ السلام کا نہ لکھنا نہ پڑھنا یہ آپ کی شان میں نقص نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عیب بلکہ یہ تو آپ کی شان اور آپ کی نبوت کی سچائی کی دلیل ہے۔ وہ اس طرح کہ جو شخص 40 سال کی عمر مبارک تک نہ پڑھنا جانتا تھا نہ لکھنا اب وہی شخص آدم علیہ السلام سے لے کر بہت سارے انبیاء علیہم السلام کے واقعات اس انداز سے بیان کر رہا ہے کہ کوئی بھی اہل کتاب کا عالم، یا تاریخ دان، آپ ﷺ کے ان واقعات میں تکذیب کی جرأت نہیں کر سکتا بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ علیہ السلام کی بیان کی ہوئی ہر بات سچی ہے اور تفصیل سے ہے اور پوچھنے پر آپ بتاتے ہیں کہ میرے رب نے یہ وحی بھیج کر بتایا ہے قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ (ہود آیت 49)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ترجمہ: یہ (قصہ) من جملہ غیب کی خبروں کے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں (اور) اس سے پہلے نہ تم ہی جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم (ہی ان سے واقف تھی)

اگر آپ علیہ السلام لکھنا پڑھنا جانتے یعنی امی نہ ہوتے تو بہت سارے لوگ شک کر سکتے تھے کہ آپ نے کسی کتاب سے یہ واقعات پڑھے ہیں پھر اس سے نقل کر کے لوگوں کو سناتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میرے رب نے وحی بھیج کر بتائے ہیں، لیکن جب پورے معاشرے کو پتہ تھا کہ آپ علیہ السلام لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تو کسی کو بھی اس طرح کے الزام لگانے کا موقع ہاتھ نہ آیا اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کا امی ہونا معجزہ اور آپ کی سچائی کی دلیل ہے، یعنی کہ وہ شخص جو لکھنا اور پڑھنا کچھ بھی نہ جانتا ہو باوجود اس کے ابتدائے دنیا سے لے کر انتہائے دنیا تک بڑے بڑے واقعات کی خبریں دیتا ہے یقیناً یہ اللہ کے بتانے سے ہی بتا سکتا ہے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معجزہ بنا۔

نتیجہ: تو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود امی ہونے کے بڑے بڑے پڑھے لکھے اسکالر اور فلاسفر لوگوں سے علم اور مرتبے میں اعلیٰ ہیں کسی سے بھی کم نہیں، تو اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اگرچہ ہر نبی کی جو جو خصوصیات ہیں وہ نہ ہوں اور فرشتوں کی خصوصیات آپ میں نہ ہوں تب بھی آپ کے علوّشان اور اعلیٰ علمیت میں کوئی فرق نہیں آتا، باقی مفتی بریلوی کا مصنوعی اصول کے تمام انبیاء اور تمام مخلوق کے علوم اور جس چیز کا علم کسی مخلوق کو حاصل ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہے۔ (جاء الحق صفحہ 43) یہ سارا اصول پارہ پارہ ہو گیا، کیوں کہ آپ ﷺ ہاتھ سے لکھنا یا کوئی لکھی ہوئی چیز کو پڑھنا نہیں جانتے تھے، باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ساری مخلوق سے زیادہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آخری شریعت ہے جو دوسرے انبیاء کی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تا قیامت رہنے والی ہے اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی شریعتوں کے احکام جو منسوخ نہ ہوئے وہ بھی اس شریعت میں آگئے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا علم دوسری شریعتوں کی بنسبت زیادہ ہے اور آپ کی امت بہترین امت ہے آپ ﷺ کی امت میں مجتہدین حضرات پیدا ہوئے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجمالی علم سے بہت سارے مسائل کا استنباط کیا اس بنا پر پہلی امتوں کی بنسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا علم زیادہ ہوا اور انبیاء سابقین علیہم السلام کے علم سے آپ ﷺ کا علم سب سے زیادہ ہوا، جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور علم انسانی تمام مخلوق سے جدا ہے کیوں کہ دوسری مخلوق کو جو علم اور فہم ملا ہے وہ صرف اپنی ہی زندگی کا طور طریقہ جانتے ہیں یا جس کام میں ان کو لگایا جائے صرف اس کی ہی معلومات رکھتے ہیں جبکہ حضرت انسان ایسے علم کا مالک ہے جو بہت ساری بیکار چیزوں پر محنت کر کے اپنے کام میں لاتا ہے مثلاً سونا، چاندی، لوہا، بنجر زمین، وغیرہ یہ ساری چیزیں انسان کی محنت سے ہی قیمتی بنتی ہیں۔ جب یہ بات سمجھ میں آئی تو پھر یہ مسئلہ سمجھنا آسان ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام کا علم سب انسانوں سے زیادہ ہوتا ہے، اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سب انبیاء

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سے زیادہ ہے اس بنا پر یہ عقیدہ رکھنا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سب سے زیادہ ہے، اس میں کسی مسلمان کا بھی اختلاف نہیں ہے، نہ یہ کہ آپ تمام مخلوقات کی تمام صفات اپنے آپ میں لیے ہوئے ہیں (ہرگز نہیں)

عبارت:

جس چیز کے لیے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعات ہوں اور قیامت تک کے ہوں ورنہ کل صفات الٰہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے یہ چار فصلیں خوب خیال میں رکھیں۔ (جاءالحق صفحہ 44)

الجواب بعون الوھّاب: قال اللہ تعالیٰ: ۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۞ **ترجمہ:** یعنی وہ (اللہ) ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

اب اگر کوئی شخص اللہ کے سوا مخلوق میں سے کسی ایک کے لیے بھی ہر چیز کے جاننے کا یا قیامت تک تمام واقعات کے جاننے کا عقیدہ رکھتا ہے تو اس پر دلیل لانا بھی اس کے ذمّے ہے کہ وہ اپنا عقیدہ ایسی آیت سے جو قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں کوئی دوسرا احتمال نہ ہو یا متواتر حدیث سے ثابت کرے یہ اصول خود احمد یار نے لکھا ہے، تو ہم بھی اسی اصول کے تحت بریلویوں سے ثبوت چاہتے ہیں اور اس نے اپنے عقیدے کو بیان کرتے ہوئے عقیدے میں جو لکھا ہے کہ تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا ہے۔ (جاءالحق صفحہ 43)

تبصرہ: یہ عبارت خود مذکورہ عبارت کے خلاف ہے بہرحال بریلوی جو کچھ لوح محفوظ میں ہے اس کا یا اس سے بھی زیادہ کے جاننے کا یا تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات کے جاننے کا عقیدہ رکھیں۔ تو سب سے پہلا سوال یہ ہوگا کہ

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تمام گزشتہ و آئندہ واقعات کا علم دیا گیا۔ وہ کب۔؟ کس مقام پر۔؟ کس مہینے۔؟ اور کس سال میں دیا گیا۔۔؟

جس کے بعد آپ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے وحی آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی ہو یہ اس لیے کہ قرآن مقدس کی جو آخری سورت توبہ نازل ہوئی اس کا عدد نزول 113 خود احمد یار نے لکھا ہے اس میں اللہ نے فرمایا: وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۖ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ

(التوبہ آیت 101)

اس آیت کی شرح میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ منافقین کے حال جاننے کی نفی باعتبار ماسبق کے ہے اور اس کا علم بعد میں عطا ہوا (خزائن العرفان۔۔۔)

اور احمد یار نے بھی یہی لکھا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں علم دینے سے پہلے کی ہے (نور العرفان۔۔۔۔)

اس سورت کے نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ بخاری میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن کریم کی آخری سورت، سورتوں میں سے یہی سورت توبہ نازل ہوئی (خزائن العرفان۔۔)

اس آیت کریمہ کو مان کر ہم اہل سنت یہی عقیدہ رکھتے ہیں، کہ اللہ کا قول سچا ہے، یعنی ہر شخص کے دلی راز تو اللہ ہی جانتا ہے اس کے بتائے بغیر کوئی نہیں جان سکتا اور اللہ کے بتانے کے بعد یہ مخفی چیز کو ظاہر کر دینے کے بعد کوئی جانے تو اس کو عالم غیب نہیں کہا جائے گا اس لیے کہ ظاہر ہونے کے بعد اب وہ غیب ہی نہیں رہا، ایسے عقیدے کی تردید جس طرح قران کریم نے کی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے بھی ہوتی ہے۔"وَقَالَتْ: أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتَّى أَنْظُرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ ، وَسَيُؤْخَذُ أُنَاسٌ دُونِي، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي، فَيُقَالُ: أَمَا شَعَرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ؟ وَاللهِ مَا بَرِحُوا بَعْدَكَ يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ ـ ـ ـ وفی رِوایۃٍ: وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ، تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَهُوَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَصْحَابِهِ إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ أَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ، فَوَاللهِ لَيُقْتَطَعَنَّ دُونِي رِجَالٌ، فَلَأَقُولَنَّ: أَيْ رَبِّ مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي، فَيَقُولُ: «إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ، مَا زَالُوا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ» (مسلم جلد 1 صفحہ 249)

اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہوئے ہم یہی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سچا ہے کہ آپ علیہ السلام کے بعد اگر کوئی دین سے ہٹ گیا ہو، اور پھر آپ علیہ السلام اسے حوض کوثر کے قریب دیکھیں اور اس کو ہٹایا جا رہا ہو گا تو آپ ﷺ اسے اپنا سمجھ کر حوض سے پانی پلانے کی کوشش فرمائیں گے جب دیکھیں گے اس کو جبراً ہٹایا جا رہا ہے تو اللہ سے آپ ﷺ عرض کریں گے: اے میرے رب یہ تو میرے (امتی) ہیں انہیں کیوں ہٹایا جا رہا ہے تو جواب دیا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا اور یہ اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے یہ سن کر نبی علیہ السلام فرمائیں گے "سحقا سحقا لمن بدل بعدی" اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ ہر چیز کو اللہ جانتا ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا حالانکہ یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ کون کون اسلام پر رہیں گے اور کون کون اسلام سے پھر جائیں گے اگر آپ علیہ السلام لوح محفوظ میں لکھے ہوئے کو جانتے تو اس حدیث میں جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ پیش نہ آتا۔

نوٹ: رہی یہ بات کہ وہ کون تھے جو آپ علیہ السلام کے بعد پھر گئے۔۔۔؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی ابتدا میں تقریبا سات قبائل مرتد ہو گئے تھے اور نبی علیہ السلام کی حیات طیبہ کے اخیر میں تقریبا تین قبائل مرتد ہو گئے تھے ہر قبیلے کے ایک ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا

(1) بنی مدلج ان کا رئیس ذوالحمار یعنی اسود عنسی تھا۔ (2) بنو حنیفہ ان کا رئیس مسیلمہ کذاب تھا۔

(3) بنو اسد ان کا رئیس طلیحہ بن خویلد تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سات قبائل مرتد ہوئے

(1) فزارہ (2) غطفان (3) بنو سلیم (4) بنی یربوع (5) بعض بنی تمیم (6) کندہ (7) بنی بکر بن وائل

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ان سات قبائل سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا۔

(سورۃ المائدہ آیت نمبر 54 کی تفسیر معارف القرآن کاندھلوی جلد نمبر 2، معارف القرآن مفتی شفیع رحمہ اللہ جلد نمبر 3)

عبارت:

تیسری فصل کی قسم سوم میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم بھی ملا کہ کب ہو گی۔ (جاء الحق 43)

الجواب بعون الوھّاب: سب سے پہلے اس دعوی کرنے والے سے سوال ہے کہ اپنے اس عقیدے پر ایسی آیت پیش کرے جس میں صریح لفظوں میں یہ بات موجود ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم بھی ملا کہ کب ہو گی۔۔۔؟ اور وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس میں چند احتمالات نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر۔۔۔۔؟

کیوں کہ یہ اصول مصنف نے خود لکھا ہے اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی سوال ہو گا کہ یہ علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس وقت، کس مہینے، کس سال، کس تاریخ، کس مقام پر دیا گیا۔۔۔۔؟

یہ اس لیے کہ ہم جب قرآن مقدس کو دیکھتے ہیں تو اس میں اس عقیدے کی تردید ملتی ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؔؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞

(الاعراف آیۃ 187)

ترجمہ: (یہ لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے؟ کہہ دو اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کو ہے۔ وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔ وہ آسمان اور زمین میں ایک بھاری بات ہو گی۔ اور ناگہاں تم پر آجائے گی۔ یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ کہو کہ اس کا علم تو خدا ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ قیامت کا وقت کا بتانا رسالت کے لوازم سے نہیں ہے جیسا کہ تم نے قرار دیا ہے اور اے یہود تم نے جو قیامت کے وقت جاننے کا دعوی کیا ہے یہ بھی غلط ہے اللہ نے اس کو مخفی رکھا ہے اور اس میں اس کی حکمت ہے۔ (خزائن العرفان)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت عیسی علیہ السلام نے کہا اے جبرائیل قیامت کب ہو گی۔؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر جھاڑے پھر کہا جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا (تبیان القران جلد 4 صفحہ 442 روح المعانی جلد 9 صفحہ 134)

آیت نمبر (2): قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۞ (الجن آیۃ 25)

ترجمہ: کہہ دو کہ جس (دن) کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ (عن) قریب (آنیوالا ہے) یا میرے پروردگار نے اس کی مدت دراز کر دی ہے (ترجمہ از قرطبی اردو) اس آیت کی تفسیر میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ:

یعنی وقت عذاب (قیامت) کا علم غیب ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (خزائن العرفان صفحہ 683) ماتوعدون سے مراد قیامت ہی ہے۔ اور یہی بات غلام رسول سعیدی نے بھی لکھی ہے کہ آپ نے قیامت آنے کا مہینہ، تاریخ، دن، اور خاص وقت سب بتایا صرف سن نہیں بتایا اگر سن بھی بتا دیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا (کیوں کہ قرآن میں ہے کہ قیامت اچانک آئے گی)....... اور آپ نے قرآن مجید کے صدق کو قائم رکھنے کے لیے سن نہیں بتایا اور اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے باقی سب کچھ بیان فرما دیا (تبیان القرآن جلد 5 صفحہ 447)

تبصرہ: اگر آپ ﷺ قیامت کا سن بتا دیتے تو بقول تمہارے قرآن جھوٹا ہو جاتا اور قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا تو اسی طرح یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ سن کو بھی جانتے تھے تو اس سے بھی قرآن کی تکذیب ہوتی ہے کیوں کہ قرآن کریم میں ہے کہ قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے دوسری آیت میں ہے کہ قیامت قریب ہے یا دور، میں نہیں جانتا اس لیے ہم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو جانتے تھے بتا دیا جو نہیں بتایا وہ جانتے بھی نہیں تھے یہی سچا ایمان ہے۔ اور جب آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ قیامت کا قریب ہونا میں نہیں جانتا تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرما رہے ہیں واقعتاً آپ نہیں جانتے تھے۔

عبارت:

تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا (جاء الحق صفحہ 43)

الجواب بعون الوہّاب: اس عقیدے کے لیے بھی قطعی دلالت یعنی آیت ہو تو محکم جس میں دوسرے معنیٰ کا احتمال نہ ہو، یا متواتر حدیث سے ثبوت پیش کرنا بریلویوں پر لازم ہے، لیکن وہ کبھی بھی ایسا ثبوت پیش نہ کر سکیں گے، اور دوسری طرف قرآن مقدس ان کے اس مصنوعی عقیدے کو یوں توڑتا ہے، قال اللہ تعالی: وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ (المدثر آیت 31)

ترجمہ: یعنی اے میرے محبوب تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ (آیات) تو انسانوں کے لیے فقط نصیحت ہیں۔ اس آیت کے تفسیر میں مفتی احمد یار بریلوی نے لکھا ہے، کہ (لشکروں سے مراد) رب کی مخلوقات کی اقسام یا مخلوق کی تعداد یا فرشتوں کا شمار ہے جنہیں رب ہی جانتا ہے خیال رہے سب سے بڑی مخلوق فرشتے ہیں اور سب سے چھوٹی اور کم تعداد مخلوق انسان ہیں (نور العرفان صفحہ 692)

تبصرہ: ظاہر ہے کہ اس آیت کریمہ کی وضاحت جو خود مفتی بریلوی کو بھی اس طرح کرنی پڑی کہ مخلوق کی تعداد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس نے بریلویوں کے مصنوعی عقیدے (کہ لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کو جو اللہ کے

سوا کوئی اور بھی جانتا ہے) کو پارہ پارہ کر دیا اس لیے ہم اہل سنت قرآن کی آیت کو سچا مان کر یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے لشکروں یعنی مخلوق کی اقسام ان کی تعداد فرشتوں کے شمار کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر) اور بریلویوں کے عقیدے کو قول الہی کے مقابلے میں آنے کی وجہ سے جھوٹا سمجھتے ہیں اور یہ بات بھی کھل کر سامنے آئی کہ جو مخلوق کی تعداد نہیں جانتا وہ ان کے حالات، حاجات، مصائب اور مشکلات سے کیونکر باخبر ہو سکتا ہے، اور جب ان کے حالات، ضروریات، مشکلات، سے بے خبر ہے تو وہ ان کی مشکلات کو کیسے دور کرے گا۔؟ان کی ضروریات کو کیسے پورا کرے گا؟

اس آیت کریمہ میں تین چیزوں کی وضاحت ہوگئی۔(1) اللہ کے سوا کوئی بھی نہ عالم الغیب ہے۔
(2)نہ کوئی حاضر ناظر ہے۔(3)نہ کوئی مشکل کشا ہے۔

اس حقیقت کے بعد بھی کہنا کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب ہے، اور لوح محفوظ میں جو کچھ ہے اس کو جانتا ہے۔ تو یہ اس کہنے والے کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ دعا ہے کہ اللہ پاک ایسی جہالت سے بچائے آمین۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام و ملک الموت اور شیطان کا اس نے اس لیے ذکر کیا تاکہ ان پر قیاس کر کے رسول اللہ ﷺ کے لیے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ ثابت کر سکے جبکہ خود لکھا ہے کہ کسی ایک نبی کی خصوصیت تمام نبیوں میں ڈھونڈنا غلطی ہے۔(نور العرفان النساء آیت 164 کی تفسیر میں)

لہذا نص قطعی یعنی محکم آیات اور متواتر احادیث کو چھوڑ کر دوسرے انبیاء، فرشتوں، جنوں، اور شیطان، کی مثال بیان کر کے قیاساً رسول اللہ ﷺ کی ذات میں وہی صفات ثابت کرنا یہ بریلی مصنف کی جہالت ہے، یا بے بسی ہے لیکن پھر بھی مصنف آگے لکھتا ہے:

عبارت:

حضرت آدم علیہ السلام اور کاتب تقدیر فرشتے کا علم ہم علوم خمسہ کی بحث میں بتائیں گے جس سے معلوم ہو گا کہ سارے علوم خمسہ ان کو حاصل ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام تو ساری مخلوق سے زیادہ عالم ہیں لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ علوم بلکہ اس سے بھی زیادہ ماننے پڑیں گے۔(جاء الحق صفحہ 66)

الجواب بعون الوھّاب: حضرت آدم علیہ السلام کی بات کا جواب تو پہلے گزر چکا اور کاتب تقدیر فرشتے کی مثال بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر قیاس کر کے دینا صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کی جنس ہی اور ہے۔ دوسرا یہ کہ فرشتے کا کام اپنا ہے جو غیر فرشتے سے نہیں ہوتا مثلاً جب بچہ شکم مادر میں ہوتا ہے "یبعث اللہ الیہ ملکاً باربع کلمات" یعنی اللہ ایک فرشتے کو چار باتیں بتا کر اس بچے کی طرف شکم مادر میں بھیجتا ہے۔ پھر وہ فرشتہ ان چار چیزوں کو بچے کے لیے لکھتا ہے اگر ہر اعتبار سے فرشتوں کی مثالیں دے کر قیاس کرتے ہوئے شان بیان کی جائے تو بعض ایسی چیزیں ظاہر ہوں گی جو ایک نیک صالح انسان کے لیے بھی مناسب

نہیں چہ جائے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ چیزیں تصوّر کی جائیں جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ شکم مادر میں داخل ہوتا ہے تو یہ بات صرف اس ہی کے حق میں مانی جائے گی نہ کہ کسی انسان کے لیے چاہے وہ کوئی بھی ہو اگر کسی نبی یا ولی کے لیے فرشتوں پر قیاس کر کے ایسا عقیدہ بنائیں اور کہیں کہ فرشتہ شکم مادر میں داخل ہو کر اللہ کے حکم سے چار چیزیں لکھتا ہے تو نبی جو کہ ساری مخلوق سے افضل ہے وہ کیسے شکم مادر میں داخل نہیں ہو سکتا تو اس طرح قیاس کرنے والے کو بے عقل، بد اخلاق، اور بے ایمان، سمجھا جائے گا، کیوں کہ وہ نبی کے لیے ایسی چیز ثابت کر رہا ہے جو کسی نبی کے لیے بھی شایان شان اور مناسب نہیں اور وہ بھی قیاس کر کے، کیوں کہ یہ کام فرشتوں کا ہے۔ اور وہ خود نبی کے لیے بھی چار چیزیں لکھتا ہے اور یہ بات اصولی طور پر ثابت ہے کہ کسی ادنیٰ فرد میں کوئی صفت پائی جائے تو اس صفت کا اس سے اعلیٰ میں ہونا ضروری نہیں ہے، تو اسی طرح فرشتہ جو انبیاء علیہم السلام سے شان میں ادنیٰ ہے لیکن ان کی ہر چیز انسانوں سے علیحدہ ہے مثلاً کھانا، پینا، سونا، نطفے سے بننا، شکم مادر میں رہنا، بچپن، جوانی، بڑھاپا وغیرہ۔ ان سب چیزوں سے وہ آزاد ہیں تو فرشتوں کی صفات پر انبیاء علیہم السلام کی صفات کو قیاس کرنا یہ بریلویوں کی جہالت ہے ورنہ عقل سلیم رکھنے والا ہر مومن جانتا ہے کہ دوسری مخلوق کی کسی صفات کو انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی ضروری سمجھنا، بالکل بے وقوفی ہے کیوں کہ جنس کا جنس کے ساتھ تقابل کیا جاتا ہے، نہ کہ غیر جنس کے ساتھ مثلاً سلیمان علیہ السلام کے ساتھ سفر میں ہدہد بھی ہوتا تھا، اس کی خوبی یہ تھی کہ وہ زمین کے اندر پانی معلوم کرتا تھا، کہ پانی زمین میں کتنی گہرائی پر ہے، پھر سلیمان علیہ السلام جنوں کو حکم کرتے اور وہ کھدائی کر کے پانی نکال لیتے تھے۔

(تفسیر جلالین صفحہ 318، در منثور جلد 6 صفحہ 349، تفسیر روح المعانی جلد 1 صفحہ 182، اور تفسیر ابن کثیر جلد 3 صفحہ 478،)

اور خود علاّمہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے کہ زمین کے نیچے سے پانی معلوم کرنا یہ ہُدہُد کی خصوصیت تھی۔

(تبیان القرآن جلد 8 صفحہ 651)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک جنس کا تقابل دوسری جنس کے ساتھ ہر اعتبار سے نہیں کیا جا سکتا اور اسی طرح ایک ہی جنس کے افراد میں قدرتی طور پر مختلف خصوصیات ہوتی ہیں، تو کسی بھی اعلیٰ فرد میں ادنیٰ حیثیت کے افراد کی ہر صفت کا حامل ہونا ضروری نہیں ہے، جب تک کہ اعلیٰ افراد میں اپنی صفات دلائل سے ثابت نہ ہوں۔۔ کیوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں جن بھی تھے، انسانوں میں کامل ولی بھی تھے، لیکن زمین کے اندر سے پانی معلوم کرنا یہ صرف ہدہد کی خصوصیت تھی جیسا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور مؤمنین کے لیے فرمانِ باری تعالیٰ کچھ اس طرح ہے: "اُولٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ الۡبَرِيَّةِ" (البینۃ آیت 7) یعنی مؤمنین ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر کامل مؤمن پرندوں کی طرح اڑتا پھرے اور جانوروں کی طرح دوڑے بھی سہی اور پانی پر تیرنے کا فن بھی جانتا ہو، وغیرہ جس طرح مؤمنین کو دوسری مخلوق سے ہر اعتبار سے تشبیہ دینا مناسب نہیں ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دوسری مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیکر قیاس کے ذریعے آپ ﷺ کا علم

ثابت کرنا اور اس کو علم غیب کہنا، یہ مفتی بریلوی کی جہالت ہی تو ہے۔ عقیدہ رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا اور دلیل میں کبھی آدم علیہ السلام کی جزوی خصوصیت، کبھی ابراہیم علیہ السلام اور فرشتوں کی جزوی خصوصیات سے، اور شیطان کی باتوں سے۔

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا جو عقیدہ ہے اس عقیدے کے متعلق ان کے ہاں کوئی ایک بھی محکم آیت، متواتر حدیث، صراحت کے ساتھ دلیل دینے کے لیے نہیں ہے، جس میں صاف لفظوں میں یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں مہینے، فلاں سال، فلاں مقام، پر عطائی طور پر عالم الغیب بنائے گئے اور اس کے بعد آپ ﷺ کو ہر مخفی چیز کو جاننے میں کسی بھی طرح جبرائیل علیہ السلام، وحی، الہام، اور القا، کی ضرورت نہ رہی، اگر ان کے پاس اس طرح کی دلیل ہوتی تو وہ قیاس کے ذریعے اس طرح کی ناکام کوششیں نہ کرتے۔ ایک طرف انہوں نے آدم علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت پر قیاس کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر دلائل بنائے ہیں اور دوسری طرف لکھا ہے کہ:

عبارت:

اللہ تعالیٰ بعض انبیاء کو خاص عظمتیں بخشی ہیں ایک نبی کی خصوصیّت تمام نبیوں میں ڈھونڈنا غلطی ہے دیکھو ہر نبی کلیم اللہ نہیں (النساء آیت 164 میں وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۞ (نور العرفان صفحہ 752)

پھر بھی اسی طرح قیاسی دلیلوں سے عقیدہ ثابت کرنا خود ان کی کتاب جاء الحق 44 میں لکھے ہوئے اصولوں کے خلاف ہے کہ عقیدے کے باب میں آیت ہو تو قطعی الدلالت جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر۔

صحیح عقیدہ: اب صحیح عقیدہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجموعی طور پر شان میں، عزت وعظمت، علوّ مرتبت، اعلی اخلاق، فضائل، کمالات میں، پوری مخلوق سے افضل، اشرف، اور اکمل ہیں۔ اور دین شریعت میں اللہ کی معرفت میں سب سے اعلم، اکمل ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں لیا جائیگا کہ ساری مخلوق کے ہر فرد کی ہر جزوی خصوصیّت آپ میں موجود ہے، کیوں کہ یہ بات عقلاً و نقلاً غلط ہے، اور اسی طرح آپ ﷺ کے فضائل کو دوسرے انبیاء یا دیگر مخلوقات کی خصوصیّات پر قیاس کر کے ثابت نہیں کیا جائیگا بلکہ آپ علیہ السلام کی مستقل طور پر ایک بڑی فضیلت ہے جس کا مخلوق میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

فیصلہ: اب ہم خود احمد یار بریلوی ہی کے قلم سے ایک فیصلہ کن عبارت پیش کرتے ہیں

عبارت:

تفسیر مدارک میں ہے۔ ''والغیب مالم یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق'' یعنی غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا ہو معلوم ہوا کہ جو علم عطائی ہو، اسے غیب کہا ہی نہیں جاتا اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا، جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے۔ (جاء الحق صفحہ 93)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تبصرہ: مفتی بریلوی نے اس عبارت سے اپنی پوری تحریر پر پانی پھیر دیا، اب خود اسی کے قلم سے فیصلہ ہو گیا، وہ اس طرح کہ جو علم، اطلاع سے ہو یعنی عطائی علم ہو وہ علمِ غیب نہیں ہے، اور خود لکھا کہ جہاں آپ ﷺ کے علم کی نفی ہے، وہاں علمِ ذاتی کی نفی ہے، تو فیصلہ ہو گیا کہ علمِ غیب ذاتی ہے ہی نہیں، اور عطائی علم کو، علمِ غیب کہا ہی نہیں جاتا، نتیجہ وہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے، اور اس نے "جاء الحق ص 43" پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کوئی بغیر اطلاع یا بغیر دلیل کے جانے وہ عالم الغیب ہو گا۔ معلوم ہوا کہ جو دلیل یا اطلاع یا بتانے سے جانے اسے عالم کہا جائے گا، عالم الغیب نہیں۔ کیوں کہ وہ حواسِ خمسہ سے جانتا ہے، یا کسی دلیل سے جانتا ہے، اور اس نے (جاء الحق ص 39) پر لکھا ہے کہ غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے۔ جس کو انسان نہ تو آنکھ، ناک، کان، وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بداہۃً عقل میں آسکے۔

نتیجہ: "اس سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے"۔

حصہ نمبر دوم علم باری تعالیٰ:

وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۞ (ابراھیم آیت 38)

ترجمہ: اور اللہ پر کچھ چھپا ہوا نہیں زمین اور نہ آسمان میں۔

وفی آیۃٍ: وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۞ (الانعام آیت 101)

ترجمہ: اور اس (اللہ) نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور وہ ہر چیز کو ہر وقت بخوبی جانتا ہے یعنی تمام جاندار مخلوق کی رہائش گاہ، تمام کی ضروریات، حاجات، اور ان کی زندگی اور موت اللہ ہی جانتا ہے۔ مثلاً زمین کے اندر کی مخلوق اور ہر جنس کے ہر فرد کی غذا ہر ایک کی عمر کتنی ہے۔۔؟ اور ہر ایک کی موت کب۔؟ اور کہاں۔؟ اور کس طریقے پر ہو گی۔؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اور اسی طرح پہاڑوں کے اندر کون کون سی مخلوق کس جگہ رہتی ہے ان میں سے ہر ایک جنس میں سے ہر ایک فرد کی غذا، حاجات، اور ضروریات، کیا کیا ہیں اور ہر فرد کی عمر کتنی۔۔؟ اور ان کی موت کب۔۔؟ اور کہاں۔۔؟ اور کس طریقے پر ہو گی۔۔؟ اللہ ہی جانتا ہے۔ اور اسی طرح پانی کے اندر کون کون سی مخلوق ہے ان کی تعداد کتنی ہے۔۔؟ ان میں سے ہر ایک جنس کے ہر ایک فرد کی حاجات، اور ضروریات، کیا کیا ہیں۔۔؟ اور ان میں سے ہر ایک کی عمر کتنی۔۔؟ اور ہر ایک کی موت کب۔۔؟ کہاں۔؟ کس طریقے پر ہو گی۔۔؟ یہ سب کچھ اللہ ہی جانتا ہے۔ اور اسی طرح زمین و آسمان میں تعدادِ ملائکہ کتنی ہے۔؟ اور ان میں سے ہر ایک فرشتے کی ذمہ داری کیا کیا ہے۔؟ اور ان میں سے کتنے فرشتے صرف قیام میں ہیں اور قیامت تک قیام میں ہی رہیں گے اور کتنے فرشتے رکوع میں ہیں اور قیامت تک رکوع میں ہی رہیں گے اور ان میں سے کتنے فرشتے سجدے

میں ہیں اور قیامت تک سجدہ میں ہی رہیں گے اور کتنے فرشتے تشہد کی حالت میں بیٹھے ہیں اور قیامت تک اسی طرح بیٹھے ہی رہیں گے ان تمام چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور اسی طرح زمین کے اوپر رہنے والی مخلوق میں سے چوپایوں کی تعداد کتنی ہے اور قیامت تک کتنی تعداد ہو گی اور ان میں سے ہر نوع کی جدا جدا تعداد کتنی ہے؟ اور قیامت تک کتنی تعداد ہو گی؟ پھر ان میں سے حلال جانور اور حرام جانور ان کی جدا جدا تعداد کتنی ہے؟ اور ان میں سے ہر ایک کی غذا ضروریات و حاجات کیا کیا ہیں؟ اور ان میں سے ہر ایک کی عمر کتنی کتنی ہو گی؟ اور ہر ایک کی موت کب؟ کہاں؟ اور کس طریقے پر ہو گی؟ یہ سب کچھ اللہ ہی جانتا ہے۔ اور اسی طرح پرندوں کی تعداد اور ان میں سے ہر ایک نوع کی تعداد ہر نوع کی غذا ان کی ضروریات، حاجات، کیا کہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی عمر کتنی کتنی ہے؟ اور ان میں سے ہر ایک کی موت کب؟ کہاں؟ کس طریقے سے ہو گی؟ یہ سب کچھ اللہ ہی جانتا ہے۔ اور اسی طرح انسانوں کی تعداد ہر ایک کی عمر کتنی ہو گی؟ اور ہر ایک انسان دن اور رات میں کون کون سا اچھا یا برا عمل کرے گا اور ان میں سے کس سے نسل بڑھے گی اور ہر ایک کو ہر دن یا رات میں کون کون سی ضرورتیں پیش آئیں گی اور ہر ایک کی قسمت میں کیا کیا انقلابات آنے والے ہیں؟ اور ان میں سے ہر ایک کی موت کب؟ کہاں؟ اور کس طریقے سے اور ایمان یا کفر پر ہو گی یہ سب کچھ اللہ ہی جانتا ہے۔

خلاصہ: یہ کہ تحت الثریٰ سے عرش معلّٰی تک نوری، ناری، خاکی، بری، بحری، مخلوق کو اللہ ہی جانتا ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۞ (المؤمنون آیت نمبر 17) **ترجمہ:** ہم اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں۔

اللہ کی ذات وہ ذات ہے جو مخلوق میں سے ہر چیز کو ہر وقت، ہر حال میں، اندر سے باہر سے ایک جیسا دیکھتی اور جانتی ہے، اور اس کی صفات میں سے "عالم الغیب والشھادۃ، علیمٌ خَبِیرٌ، عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ، وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ، وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ، " خصوصی صفات ہیں، اور جس طرح وہ اپنی ذات میں وحدہ لا شریک ہے، اسی طرح اپنی صفات میں وحدہ لا شریک ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے جس طرح درختوں کے پتوں کو، اور ریت کے ذرات کو، اور پانی کے قطروں کو، پہاڑوں کی کنکریوں کو، ہر وقت ایک جیسا جانتا ہے اسی طرح وہ ماضی، حال، مستقبل کو بھی ہر وقت ایک ہی جیسا جانتا ہے۔ اس کے وسیع علم میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ کسی نبی یا رسول کسی عالم یا ولی کا مخلوق کے ذرے ذرے کو نہ جاننا، ان کی حاجات کو پورا نہ کرنا، ان کی مشکل کشائی کی طاقت نہ رکھنا، یہ ان حضرات کے لیے نہ تو کوئی عیب ہے، اور نہ ہی ان کے اعلیٰ منصب میں کمی کا سبب۔ کیونکہ نبی اور رسول کا منصب اور مقصد اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچانا ہے، (نہ کہ اللہ کی مخلوق کو پالنا اور سنبھالنا) کیونکہ ساری مخلوق کو پالنا، سنبھالنا، ان کی ضروریات کو پورا کرنا، ان کی مشکلات کو دور کرنا، ان کی زندگی یا موت کا فیصلہ کرنا، یہ سب کچھ اللہ ہی کا کام ہے نہ کہ کسی نبی، یا رسول، یا عالم، یا ولی کا، اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اپنی تمام مخلوق کے سارے کاموں کو بخوبی پورا کرتا ہے، قال اللہ تعالیٰ: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ (الرحمٰن 29) وہ (اللہ) ہر دن مخلوق کا کام بناتا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

علم رسالت:

اللہ ربّ العزت اپنے بندوں کی طرف اپنی معرفت کی ہدایت کے لیے انسانوں میں سے ہی کسی کا انتخاب کرکے رسول بناکر بھیجے تھے، اور اللہ تعالیٰ کا وہ رسول، اللہ کے احکام کو جو اس پر نازل ہوتے تھے ان پر خود بھی ایمان لاتے اور ان پر عمل کرتے اور عام لوگوں کو بھی ان احکام پر ایمان لانے اور عمل کرنے کی دعوت دیتے تھے اور وہ رسول اپنی شریعت کے متعلق اپنی تمام امت سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ عامل ہوتے تھے اسی نبوت اور رسالت کو اختتام اور کمال درجے تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں امام الانبیاء والمرسلین سید الاوّلین والآخرین خاتم الانبیاء والمعصومین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہادی، رہبر، رہنما، بناکر معبوث فرمایا۔ اور یہ آخری رسول ﷺ انسانی جنس کی تمام خوبیوں سے مزیّن مثلاً علم، اخلاق، ایفائے عہد، باانصاف، باوفا، جری، بہادر، سب سے اعلی وارفع، اور تمام ترخوبیوں میں کامل اور مکمل تھے۔ جس کا کوئی بھی ثانی نہیں تھا اور تمام انبیائے سابقین علیہم السلام کی طرح آپ علیہ السلام صرف اپنی امت سے اعلم ہی نہیں تھے، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے بھی آپ ﷺ زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ کیونکہ انبیائے سابقین علیہم السلام کی نبوت وشریعت محدود ہوتی تھی اور ہمارے آقا ﷺ کی نبوت اور شریعت قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے جاری اور ساری ہے، اور انبیائے سابقین علیہم السلام کی نبوت اور شریعت منسوخ اور ہمارے آقا ﷺ کی شریعت تمام شریعتوں کے لیے ناسخ۔ لہذا تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں جو علم تھا وہ مصطفی ﷺ کی شریعت میں آگیا اللہ ربّ العزت نے ہمارے آقا ﷺ کو سب سے افضل اور سب سے زیادہ عالم بنایا، لیکن یہ سارا کچھ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے خود پڑھایا کما قال اللہ تعالی: سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰٓ ۙ﴿﴾ إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ (الاعلی آیت 6،7)

ترجمہ: ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم فراموش نہ کرسکوگے۔ مگر جو خدا چاہے۔

وفی آیۃٍ: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ﴿﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ﴿﴾ (النجم آیت 3،4)

ترجمہ: یعنی وہ رسول ﷺ شرعی معاملات میں اپنی خواہشات سے کوئی بات نہیں کہتا مگر وہی کہتا ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے آقا ﷺ کو علم پڑھانے اور سکھانے والی ذات اللہ رب العزت ہی کی ہے۔

اقسام وحی: وحی تین قسم پر ہے۔

(1) ایک الہام (دل میں ڈالنا) (2) پس پردہ کلام کرنا۔ (3) فرشتہ کے ذریعے سے وحی بھیجنا

قال اللہ تعالی: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِإِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ إِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿﴾ اور کسی بھی بشر کا یہ حق نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر، یا یوں کہ پردے کے پیچھے سے، یا کوئی فرشتہ بھیجے، کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ (اللہ) چاہے۔ بیشک وہ (اللہ) بلند ہے حکمت والا ہے۔ (الشوریٰ 51) اس آیت کریمہ کی

تفسیر میں احمد یار بریلوی نے لکھا ہے کہ کوئی شخص اس دنیا میں بے حجاب رب سے کلام نہیں کر سکتا موسیٰ علیہ السلام نے رب سے کلام کیا مگر حجاب سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے حجاب رب سے کلام کیا مگر دوسری دنیا میں، لہذا آیت بالکل واضح ہے اور "اِلَّا وَحۡیًا" سے مراد بلاواسطہ فرشتہ ہے مثلاً خواب میں یا بیداری میں بطریقہ الہام جیسا کہ ابراھیم علیہ السلام کو خواب میں ذبح فرزند کا حکم دیا اور اور حضرت داؤد علیہ السلام کو بیداری میں زبور کا الہام فرمایا۔ (نور العرفان ص 780)

اس آیت کریمہ اور اس کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ وحی الٰہی کی (1) ایک قسم الہام ہے یعنی کسی کے دل میں کوئی بات ڈالنا۔

(2) قسم حجاب سے یعنی سامع اللہ کے کلام کو سنے بغیر دیکھے جیسے حضرت موسی علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ کے کلام کو سنا۔

(3) تیسری قسم "یُرۡسِلَ رَسُوۡلًا" یعنی کوئی فرشتہ بھیجے جیسا کہ فرمایا: نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ۞ عَلٰی قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ۞ (الشعرا آیت 94،93) **ترجمہ:** اس کو امانتدار فرشتہ لیکر اترا ہے۔

(یعنی اس نے) تمہارے دل پر (القا) کیا ہے تاکہ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو۔

نتیجہ: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے کسی بندے کو غیبی خبر بتانے کے تین طریقے ہیں۔

(1) کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کوئی بات اس طرح ڈال دے کہ اس کو یقین ہو جائے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے ہے بالکل حق ہے۔ (2) غیب سے کسی سے کلام کرے اور سننے والے کے دل میں اس بات کا یقین ہو جائے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے ہے اور حق ہے۔ (3) فرشتے کو کوئی غیبی خبر دے کر بھیجے اور وہ فرشتہ اس غیبی خبر کو لے کر جب انسان رسول کی طرف آئے تو اس کے ساتھ اس خبر کی حفاظت کے لیے دوسرے بھی بہت سارے فرشتے آئیں اسی طرح وہ غیبی خبر انسان رسول پر ظاہر ہو جائے کما قال اللہ تعالیٰ: عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡهِرُ عَلٰی غَیۡبِهٖۤ اَحَدًا ۞ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّهٗ یَسۡلُكُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ رَصَدًا ۞ لِّیَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ اَبۡلَغُوۡا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمۡ۔ (الجن آیت نمبر 26 تا 28)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا اللہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دئے۔

ان آیات کی تفسیر میں مفتی احمد یار بریلوی نے لکھا ہے یعنی جب رب تعالی علوم غیبیہ کی وحی بھیجتا ہے تو وحی لانے والے فرشتے اور رسول اللہ ﷺ کے آس پاس فرشتوں کا پہرا ہوتا ہے تاکہ شیاطین دور رہیں اور کوئی غیبی وحی سن کر کاہنوں تک نہ پہنچا دیں۔ (نور العرفان صفحہ 915)

نتیجہ: وحی کے ان تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے کسی بندے پر غیبی خبروں میں سے کسی خبر کو جب اللہ نے ظاہر فرما دیا تو اب اس بندے کو عالم کہا جائے گا نہ کہ عالم الغیب۔ کیونکہ جب تک کوئی خبر غیب میں تھی تو اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جانتا تھا پھر جب اللہ نے کسی پر اس کو ظاہر کر دیا اور ظاہر ہو جانے کے بعد کوئی اس کو جان لے تو ظاہر کو جانتا ہے نہ کہ غیب کو اس لیے اس کو عالم الغیب نہیں بلکہ عالم کہا جاتا ہے۔

اور یہی اصول مفتی احمد یار بریلوی نے اپنی کتاب جاء الحق کے صفحہ 40 پر لکھا ہے کہ کسی مخفی چیز کو کسی آلے سے ظاہر ہو چکنے کے بعد ہم (میں سے کوئی) اس کو معلوم کرے وہ علم غیب نہیں۔

علم غیب کے عقیدہ کے متعلق علامہ عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ (کوٹ ادو پنجاب) نے اپنی کتاب "نبراس شرح عقائد نسفیہ" میں لکھا ہے کہ اَلتَّحقِیقُ اَنَّ الغَیبَ مَاغَابَ عَنِ الحَوَاسِ وَعِلمٍ ضَرُورِیٍّ (وحی الہام یا القا) وَعِلمِ الاِستِدلَالِیّ (علامات و دلائل) وَقَد نَطَقَ القُرآنُ بِنَفیِہِ عِلمَہ عَمَّن سِوَاہُ تَعَالیٰ فَمَنِ ادَّعیٰ اَنَّہ یَعلَمُہ کَفَرَ، وَمَن صَدَّقَ المُدَّعِی کَفَرَ. وَاَمَّا مَعَ عِلمٍ بِحَاسَّۃٍ اَو ضَرُورَۃٍ (علم ضروری) اَو دَلِیلٍ فَلَیسَ بِغَیبٍ۔

ترجمہ: علم غیب کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ جو چیز حواس خمسہ اور علم ضروری یعنی وحی، الہام، یا القاء، اور علم استدلالی یعنی علامات و دلائل سے معلوم نہ ہوسکے وہ غیب ہے اور اس قسم کے علم کی اللہ کے سوا دوسروں سے قرآن نفی کرتا ہے بس جو شخص غیب جاننے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے، اور جو اس مدعی کی تصدیق کرے وہ بھی کافر ہے، اور بہر حال جو مخفی چیز حواس خمسہ اور علم ضروری یعنی وحی، الہام، اور القاء، یا کسی دلیل یعنی علامت وغیرہ سے معلوم کی جائے وغیب نہیں (نبراس صفحہ 343)

نوٹ: یہاں تک ہم نے ان چیزوں کا ذکر کیا جو حکیم البریلویت مفتی احمد یار نے مسئلہ علم غیب کے متعلق مقدمے کے طور پر کچھ فصلیں اور ہر ایک فصل میں کچھ شقیں بیان کر کے ایک تمہید باندھی تھی، جس میں اس نے علم غیب کی تعریف اور اپنے دعوے کو واضح کیا۔

غیب کی تعریف کا خلاصہ:

(1) جو چیز حواس خمسہ سے معلوم کی جائے وہ علم غیب نہیں (جاء الحق صفحہ 43)

(2) جو چیز بداہتہً عقل سے محسوس کی جائے وہ علم غیب نہیں (حوالہ بالا) (3) جو چیز کسی دلیل سے معلوم ہو علم غیب نہیں (حوالہ بالا) (4) جو کوئی آلہ کسی چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے اور ظاہر ہونے کے بعد کوئی اس کو جان لے تو وہ بھی علم غیب نہیں (حوالہ بالا) (5) جو چیز وحی الٰہی سے معلوم ہو وہ غیب نہیں (جلالین صفحہ 116)

(6) جو علم استاد سے پڑھ کر حاصل ہو وہ علم غیب نہیں (جاء الحق صفحہ 81، 82)

(7) جو علم عطائی ہو اس کو غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں (جاء الحق صفحہ 93)

اس کے بعد مصنف نے اپنے عقیدے کے متعلق قرآن کی آیات دلیل میں پیش کی ہیں، ہم بھی انشاء اللہ ایک ایک دلیل کو نقل کر کے ان کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عبارت: فصل اوّل: علم غیب کے ثبوت کے بیان میں

آیت نمبر 1: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ۔ (البقرۃ آیت 31)

ترجمہ: اور آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔

تفسیر مدارک میں ہے: وَمَعنٰی تَعلِیمِہٖ اَسماءَ المُسَمَّیَاتِ اَنَّہٗ تَعَالٰی اَرَاہُ الاَجنَاسَ الَّتِی خَلَقَھَا وَعَلَّمَہٗ اَنَّ ھٰذَا اِسمُہٗ فَرَسٌ، وَھٰذَا اِسمُہٗ بَعِیرٌ، وھٰذَا اِسمُہٗ کَذَا۔ وَعَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَلَّمَہٗ اِسمَ کُلِّ شَیءٍ حَتّٰی القَصعَۃَ وَالغُرفَۃَ۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کا معنی یہ ہے کہ رب تعالی نے ان کو وہ تمام جنسیں دکھادیں جن کو اس نے پیدا کیا اور ان کو بتایا کہ اس کا نام گھوڑا ہے، اس کا نام اونٹ ہے، اس کا نام فلاں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھادیے یہاں تک کہ پیالی اور چلو کا نام بھی۔

اور تفسیر خازن میں ہے: وَقِیلَ عَلَّمَ اٰدَمَ اَسمَاءَ المَلَائِکَۃِ، وَقِیلَ اَسمَاءَ ذُرِّیَّتِہٖ، وَقِیلَ عَلَّمَہُ اللُّغَاتِ کُلَّھَا۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں کے نام سکھادیے اور کہا گیا کہ ان کی اولاد کے نام اور کہا گیا ہے کہ ان کو تمام زبانیں سکھادی۔ (جاء الحق صفحہ 46)

تبصرہ: اس آیت کریمہ میں آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھانے کا ذکر ہے جس کو تفسیر مدارک نے اس طرح واضح کیا ہے کہ اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کی ایک جنس دکھادی مثلاً کوئی ایک گھوڑا، ایک اونٹ، ایک بکری، ایک گائے، اسی طرح سبزیوں میں سے ہر جنس میں سے کوئی ایک ایک دانہ پیش کر کے اس کا نام سکھایا حتّٰی کہ کوئی پیالہ دکھا کر اس کا نام بتایا وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ضروریات زندگی کی تمام اشیاء کی ایک ایک جنس دکھا کر اس کا نام بتایا گیا نہ یہ کے تمام اجناس کے تمام افراد اور تمام افراد کے تمام احوال۔

اس کے بعد حکیم البریلویت نے تفسیر خازن کے حوالے سے لفظ "قیل" سے تمام فرشتوں کے نام یا آدم علیہ السلام کی ذریت کے نام یا تمام لغات یعنی زبانیں سکھانے کا ذکر کیا۔ اس بارے میں ہم یہ عرض کریں گے کہ اہل علم کے ہاں کسی کمزور ترین بات کو لفظ قیل سے ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ قیل کا معنی ہے کہا گیا ہے کس نے کہا اس کا کوئی پتہ نہیں جب کہنے والا ہی نامعلوم ہے جس کا نہ نام معلوم ہے نہ حال تو "مجھول الاسم مجھول الحال" کے قول کی کسی دنیاوی معاملے میں بھی کوئی وقعت نہیں تو دینی معاملات میں اس کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ چہ جائیکہ عقیدے کا معاملہ ہو۔ عقائد کی بنیاد تو نص قطعی، محکم آیات، اور متواتر احادیث، پر ہوتی ہے اور یہ بات خود احمد یار نے بھی اسی علم غیب کے بیان میں چوتھی فصل میں لکھی ہے، اس کے بعد بھی مصنف نے حضرات مفسرین کی آراء واقوال نقل کیے ہیں لیکن تمام تر آراء واقوال کا مقصد وہی ہے جو تفسیر مدارک کے حوالے سے مصنف نے بیان کیا یعنی تمام تر اجناس میں سے ہر ایک جنس کے ایک فرد کو دکھا کر اس کا نام سکھایا۔

مثلاً: اَسماءَ الحَیوَانَاتِ وَالجَمَادَاتِ وَصَنعَۃَ کُلِّ شَیءٍ وَاَسماءَ المُدنِ وَالقُرَیٰ وَالطَّیرِ وَالشَّجَرِ وَمَا یَکُونُ وَاَسمَاءَ کُلِّ شَیءٍ یَخلُقُھَا اِلٰی یَومِ القِیَامَۃِ (جاء الحق صفحہ 47 بحوالہ تفسیر روح البیان)

اس کے بعد نتیجے کے طور پر اس نے لکھا ہے کہ ان تفسیروں سے اتنا معلوم ہوا کہ "ماکان وما یکون" کے سارے علوم آدم علیہ السلام کو دیئے گئے زبانیں، چیزوں کے نفع وضرر بنانے کے طریقے حالات کا استعمال، سب دکھا دیئے۔ (جاء الحق صفحہ 48)

تبصرہ: مفسرین حضرات نے تمام اجناس میں سے کوئی ایک فرد دکھا کر اس کا نام یا اس سے جو فائدہ متوقع تھا یا جو نقصان متوقع تھا اس کے سکھانے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن حکیم البریلویت نے اپنے مصنوعی عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے "ماکان وما یکون" کے سارے علوم دیئے جانے کا جھوٹا دعوی کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کی، اگر مفتی بریلوی کی بات کو غور سے دیکھا جائے تو اس کی بات خود آدم علیہ السلام کے درخت کھانے والے واقعے سے بھی جھوٹی ہو جاتی ہے کیونکہ جب آدم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ اس درخت کے قریب جانے کے بعد جنت کا لباس اتر جائے گا اور بالآخر اپنے آپ کو "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا" کہہ کر آہ وزاری کرنی پڑے گی تو آدم علیہ السلام اس درخت کے قریب کبھی بھی نہ جاتے اس سے ظاہر ہے کہ مفتی بریلوی کا دعوی غلط ہے۔

عبارت:

لیکن اب میرے آقا ﷺ کے علوم دیکھو حق یہ ہے کہ یہ علم آدم علیہ السلام میرے آقا ﷺ کے علم کے دریا کا ایک قطرہ اور میدان کا ایک ذرہ ہے (جاء الحق صفحہ 48)

تبصرہ: حکیم البریلویت نے حضرت آدم علیہ السلام کے اسماء سکھانے والے علم کو آدم علیہ السلام کے لیے "ماکان (جو ہوا) وما یکون (جو کچھ ہو گا)" کہ سارے علوم جاننے کا غلط دعویٰ کر کے پھر اسی پر قیاس کر کے حضرت محمد مصطفی احمد مجتبی ﷺ کے لیے علم غیب کو ثابت کر رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مفتی بریلوی کے پاس رسول اللہ ﷺ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنے کے لیے "نص قطعی (یعنی ایسی آیات جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکیں) نہیں تھی" اس لیے وہ آدم علیہ السلام کے اسماء جاننے کے علم پر قیاس کر رہا ہے۔

تضاد: ایک طرف تو اس نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کو "ماکان وما یکون" کے سارے علوم دیئے گئے اور علم آدم علیہ السلام میرے آقا ﷺ کے علم کے دریا کا ایک قطرہ یا میدان کا ایک ذرہ ہے اور اس سے پہلے تیسری فصل میں اس نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالی نے پانچوں غیبوں میں سے بہت سی جزئیات کا علم دیا، دیکھو آدم علیہ السلام کو "جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا" سارے علوم دیئے گئے اور حضور ﷺ کو پانچوں غیبوں میں سے بہت سی جزئیات کا علم دیا، یہ بوکھلاہٹ نہیں تو اور کیا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہے، اور نتیجہ کیا نکالا کہ جس کو "ماکان وما یکون" کے سارے علوم دیے گئے اس کا علم قطرہ ہے، اور جس کو جزئیات کا علم دیا گیا اس کا علم دریا ہے۔ (واہ بریلوی تیری حلوائی سوچ)

عبارت:

حکیم البریلویت نے نسیم الریاض شرح شفا قاضی ایاز رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے:

اَنَّہٗ علیہ السلام عُرِضَتْ عَلَیْہِ الْخَلَائِقُ مِنْ بَدَنِ آدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ فَعَرَفَھُمْ کُلَّھُمْ کَمَا عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا۔

ترجمہ: حضور ﷺ پر ساری مخلوقات اور حضرت آدم تا روز قیامت پیش کی گئی پس ان سب کو پہچان لیا جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سب کو جانتے پہچانتے ہیں۔ (جاء الحق صفحہ 48)

تبصرہ: حکیم البریلویت اگر اپنے بتائے ہوئے اصول پر رہتا تو اس قسم کی باتیں نقل ہی نہ کرتا کیونکہ اصول بتایا کہ حواس خمسہ سے جاننے کو علم غیب نہیں کہا جاتا اور عقیدے کے بارے میں قرآن کی آیت بھی ایسی قطعی الثبوت ہو جس میں دوسرے معنٰی کا احتمال نہ ہو اور حدیث ہو تو متواتر لیکن اس اصول کو بھلا کر اس نے "نسیم الریاض" کی ایک عبارت کے ٹکڑے کو عقیدے کے باب میں ذکر کر کے اپنے مصنوعی عقیدے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ اس نے "جاء الحق کے صفحہ 24" پر لکھا ہے کہ عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو ایسی کوئی آیت یا حدیث متواتر میسر نہیں آرہی اس لیے اس نے "نسیم الریاض" کی ایک بے سند عبارت سے اپنے متبعین کو تسلی دیتے ہوئے مصنوعی عقیدے کو منوانے کے لیے اپنی طرف سے یہ بھی لکھ دیا کہ حضور ﷺ سب کو جانتے پہچانتے ہیں۔

درحقیقت "نسیم الریاض" والی عبارت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عالم الغیب ہونے کی کوئی بات نہیں کیونکہ اس میں بھی یہ ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام کو تمام اجناس کے صرف نام سکھائے گئے تھے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو بھی قیامت تک پیدا ہونے والی چیزوں میں سے ہر چیز کا ایک فرد دکھا کر بتایا گیا کہ یہ فلاں چیز ہے، نہ یہ کہ ہر جنس کے تمام افراد اور ہر فرد کے تمام حالات، حاجات، و معاملات، دکھائے گئے کیونکہ اللہ کا فرمان عالی شان ہے: وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا ھُوَ ؕ تیرے رب کے لشکروں (تمام مخلوق کے افراد) کو تیرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا فرمان سچ ہے، اور احمد یار کا قول جھوٹا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ احمد یار نے لکھا ہے کہ کسی کے بتانے کے بعد جاننے کو علم غیب نہیں کہتے، اور دلیل دی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا گیا اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا۔

عبارت:

آیت نمبر 2: وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ؕ (البقرہ آیت نمبر (143) **ترجمہ:** اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہیں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تفسیر عزیزی میں ہے (حذف فارسی) حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجے تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے، اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے، بس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو، ایمانی درجات کو، اور تمہارے نیک و بد اعمال، اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں، لہذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔ (جاء الحق صفحہ 49)

تبصرہ: سب سے پہلے ہم حکیم البریلویت کے اس آیت کریمہ کے کیے ہوئے ترجمے پر غور کرتے ہیں، کہ اس نے لفظ "شھیدًا" کے دو ترجمے کئے ہیں (1) نگہبان (2) گواہ۔

اور یہ ترجمہ اس نے اپنے دادا پیر احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن کنزالایمان سے نقل کیا ہے، اور اس ترجمے کو پڑھنے والے کو یہی نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی ہمارے نگہبان ہیں۔ حالانکہ پورے قرآن مقدس کی تمام آیات میں جہاں کہیں لفظ "شھیدًا" ہے خود احمد رضا بریلوی نے اس کا ترجمہ صرف گواہ کیا ہے، مذکورہ آیت کے سوا مثلاً سورۃ النحل کی آیت 89: وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا... وفی آیۃٍ: وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۞ وفی آیۃٍ: وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۞

ان آیات میں احمد رضا بریلوی نے لفظ شہیدًا اور شہید کا معنی صرف گواہ کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لفظ "شہید" کا معنی گواہ ہے اور اس کے ساتھ ترجمہ میں نگہبان کا لفظ ملا کر احمد رضا بریلوی اور احمد یار بریلوی (دونوں) نے جھوٹ بولا ہے، لیکن جھوٹ کیسے چھپ سکتا ہے، خود اسی کے قلم سے اس کا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔

مثلاً سورۃ الشوریٰ آیت (48) میں فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا "ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا" (ترجمہ احمد رضا)

سورۃ الانعام میں آیت (104) وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ۞ "اور میں تم پر نگہبان نہیں" (ترجمہ احمد رضا)

سورۃ الانعام میں آیت (107) وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا "اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں کیا" (ترجمہ احمد رضا بریلوی)

ان تینوں آیات میں یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نگہبان نہیں ہیں، ان آیات میں سے ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ آپ ان پر نگہبان نہیں، اور ایک آیت میں یہ فرمایا کہ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر بھیجا ہی نہیں، اور ایک آیت میں خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نگہبان نہیں ہیں۔ احمد رضا بریلوی اور احمد یار خان بریلوی دونوں نے قرآن مجید کی آیت کا غلط ترجمہ کر کے جھوٹ بولا ہے۔

اور وہ بھی قرآن مجید کی آیت کے ساتھ ملا کر اپنے لیے قیامت تک ل، ع، ن، ت، کا انتظام کیا ہے۔

اور اس کے بعد حکیم البریلویت نے تفسیر عزیزی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور ﷺ اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو، ایمان کی حقیقت کو، اخلاص اور نفاق کو، جانتے پہچانتے ہیں، امت کے حق میں ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع قبول اور واجب العمل ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مفتی بریلوی اگر اپنے اصول میں رہ کر دلیل دینے کی جسارت کرتا تو اس قسم کی بے سند بات کرنے سے گریز کرتا اور دوسری بات یہ کہ آپ ﷺ کی گواہی دنیا میں امت کے حق میں قبول ہے اس سے ظاہر ہے کہ جو حضرات آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کے ساتھ میل جول رکھتے تھے ان کے بارے میں آپ ﷺ کی گواہی قبول ہے، اس بات کا کسی مسلمان کو بھی انکار نہیں ہے۔

تیسری بات یہ کہ تفسیر عزیزی کی اس عبارت میں ہے کہ حضور ﷺ تمہارے ایمانی درجات، اخلاق و نفاق، کو پہچانتے ہیں۔ تو اس قسم کا دعویٰ خود احمد یار خان بریلوی کے نزدیک بھی غلط ہے۔ مثلاً تفسیر عزیزی میں جس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ عبارت لائی گئی ہے وہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 143 ہے۔ اور سورۃ البقرہ کا عدد نزول مفتی احمد یار نے 87 لکھا ہے۔ جبکہ سورۃ توبہ کا عدد نزول مفتی احمد یار نے نور العرفان میں 113 لکھا ہے اور خزائن العرفان و روح البیان کے حوالے سے حضرت براء رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ سورتوں میں آخری سورت یہی ہے اور سورۃ توبہ کی آیت:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ

ترجمہ: اور تمہارے آس پاس کہ کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینے والے ان کی خو (عادت) ہو گئی ہے نفاق۔ تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ (التوبہ آیت نمبر 101 ترجمہ احمد رضا خان بریلوی)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ یہ آیت منافقین کا علم دینے سے پہلے کی ہے (نور العرفان صفحہ 323) اس سے معلوم ہوا کہ تفسیر عزیزی والی عبارت سورت توبہ کی آیت نمبر 101 کے بھی خلاف ہے اور خود حکیم البریلویت کی تحقیق کے بھی خلاف ہے، لہٰذا اس عبارت سے بریلویوں کا مصنوعی عقیدہ ثابت نہ ہوا۔

عبارت:

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 31 کے تحت تفسیر روح البیان کے حوالے سے لکھا ہے (عربی عبارت حذف کی ہے) اس بنا پر کہ کلمہ شہید میں محافظ اور خبردار کے معنی بھی شامل ہیں اور اس میں اشارہ ہے کہ کسی کو عادل کہنا اور صفائی کی گواہی دینا گواہ کے حالات پر مطلع ہونے سے ہو سکتا ہے، اور حضور ﷺ مسلمانوں کے گناہوں کو، ان کے ایمان کی حقیقت کو، ان کے اچھے برے اعمال کو، ان کے اخلاص و نفاق وغیرہ کو، نور حق سے پہچانتے ہیں، اور حضور ﷺ کی امت بھی قیامت میں ساری امتوں کے یہ حالات جانے گی مگر حضور ﷺ کے نور سے۔ (جاء الحق صفحہ 49)

تبصرہ: اسی عبارت میں بھی وہی دعوی ہے جو تفسیر عزیزی سے مصنف نے بیان کیا تھا، اور جس طرح وہ عبارت بے سند تھی اسی طرح یہ بھی بے سند ہے، جس طرح اس عبارت میں صرف دنیا میں جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ میل جول رکھتے تھے ان کے حق میں آپ ﷺ کی گواہی مقبول و منظور تھی اسی طرح اس عبارت میں بھی کسی کو عادل کہنا یا کسی کی صفائی کی گواہی دینا

صرف دنیا کی زندگی تک ہی محدود تھی اور جس طرح اس عبارت میں کسی کے اخلاص و نفاق کو جاننے اور پہچاننے کا دعوی سورۃ توبہ کی آیت نمبر 101 میں کیا ہے اس دعوے کے خلاف ہے اور اسی آیت کی تفسیر جو خود احمد یار نے کی ہے اس کے بھی خلاف ہے اسی طرح اس عبارت والا دعویٰ بھی سورہ توبہ کی آیت نمبر 101 کے خلاف ہے۔

عبارت:

تفسیر خازن اور تفسیر مدارک کے حوالے سے لکھا ہے (صرف اردو ترجمہ)

قیامت میں حضور ﷺ کو بلایا جائے گا پس رب تعالی حضور ﷺ سے آپ کی امت کے بارے میں پوچھیں گے، تو آپ ﷺ ان کی صفائی پیش کریں گے اور سچائی کی گواہی دیں گے، اس آیت کی تفاسیر میں یہ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن دوسرے انبیاء کی امتیں بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گی کہ ہمارے پاس تیرا کوئی پیغمبر نہ پہنچا ان امتوں کے نبی عرض کریں گے کہ خدایا ہم ان میں گئے اور تیرے احکام پہنچائے مگر انہوں نے قبول نہ کیے، رب تعالی کا انبیاء کو حکم ہو گا کہ چونکہ تم مدّعی ہو اپنا کوئی گواہ لاؤ وہ اپنی گواہی کے لیے امّت مصطفی ﷺ کو پیش فرمائیں گے مسلمان گواہی دیں گے کہ خدایا تیرے پیغمبر سچے ہیں انہوں نے تیرے احکام پہنچائے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے سے پہلے پیغمبروں کا زمانہ دیکھا ہی نہ تھا، پھر گواہی کس طرح دیں گے؟ مسلمان عرض کریں گے کہ خدایا ہم سے تیرے محبوب محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلے پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی اس کو سن کر ہم گواہی دے رہے ہیں تب حضور ﷺ کو بلایا جائے گا اور حضور ﷺ اپنی امت کی صفائی بیان کریں گے اور تصدیق کریں گے کہ ہاں ہم نے ان سے کہا تھا کہ پہلے نبیوں نے اپنی قوم تک احکام الٰہی پہنچائے تھے تب ان پیغمبروں کے حق میں ڈگری ہو گی۔ (جاء الحق صفحہ 49/50)

تبصرہ: حکیم البریلویت نے تفسیر خازن اور تفسیر مدارک کے حوالوں سے جو عبارتیں نقل کی ہیں اور قیامت کے دن کا جو نقشہ ذکر کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(1) قیامت کے دن دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیں انبیاء علیہم السلام کے اپنے پاس آنے کا انکار کریں گی۔

(2) انبیاء علیہم السلام دربار خداوندی میں عرض کریں گے کہ ہم نے ان کو تیرے احکام پہنچائے مگر ان لوگوں نے قبول نہیں کئے (3) اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے اس دعوے پر گواہ طلب فرمائیں گے۔

(4) انبیاء علیہم السلام اپنے دعوے پر امت محمدیہ کو گواہ کے طور پر پیش کریں گے۔

(5) یہ امت انبیاء سابقین علیہم السلام کی امتوں پر اس بنا پر گواہی دے گی کہ خدایا ہم سے تیرے محبوب ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلے پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

(6) ثُمَّ یُؤْتیٰ بِمُحَمَّدٍ علیہ السلام فَیُسئلُہ عَنْ اُمَّتِہٖ فَیُزَکِّیْھِمْ وَیَشْھَدُ بِصِدْقِھِمْ (یعنی یہاں تک مقدمہ پہنچنے کے بعد) پھر محمد مصطفی ﷺ کو بلایا جائے گا اور آقا ﷺ سے پوچھا جائے گا واقعتاً آپ نے اپنی امت کو یہ بتایا تھا کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو پیغام پہنچایا تھا اس پر رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی صفائی بیان کرتے ہوئے اس کی تصدیق کریں گے کہ یقیناً میری امت کی بات سچی ہے۔ کہ میں نے اپنی امت کو وہ قرآن کی آیات بھی پڑھ کر سنائی تھی جن میں انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات ذکر کیے گئے تھے اور ان کی تفصیل بھی ان کو سنائی تھی۔

نتیجہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب یہ امت مرحومہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے حق میں گواہی دے گی تو اس پر سوال ہوگا کہ ان کو کیسے پتہ چلا کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کا دعوی سچ ہے تو یہ امّت کہے گی کہ ہمیں ہمارے رسول ﷺ جو مخبر صادق ہیں جن کے متعلق خالق کائنات کا فرمان ہے: وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۞ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۞ (النجم آیت 4/3)

ترجمہ: اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔

اس آقا نے خبر دی تھی کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچایا تھا اس امت کا اس طرح کا بیان دینے کے بعد سارا معاملہ حضور ﷺ کی ذات اقدس پر وارد ہوگا کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کی اس گواہی پر کہ (ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی) آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ تو اس عالم میں رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی اس گواہی کی تصدیق فرمائیں گے اور اپنی امت کی صفائی پیش کریں گے کہ اے اللہ میری امت سچی گواہی دے رہی ہے میں نے ان کو وحی الٰہی سے انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات سنائے تھے اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد ہر ایک سمجھدار بندہ جو ضدی نہ ہو سمجھ سکتا ہے کہ اس قسم کی گواہی کا عالم الغیب ہونے سے کوئی تعلق نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہی فرمایا ہے:

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا ط (البقرہ آیت (143)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں ﷺ تم پر گواہ بنیں۔

یہی حقیقت تھی جس کو مفتی بریلوی غلط رخ سے پیش کر رہا تھا لیکن غلطی پکڑی گئی۔

عبارت:

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا ط

مذکورہ آیت کے ماتحت لکھا ہے) کہ حضور ﷺ قیامت تک کے مسلمانوں کے ایمان و اعمال، روزہ و نماز اور نیت سے بالکل خبردار ہیں ورنہ صفائی کی گواہی کیسے ممکن ہوگی؟ ممکن نہیں کہ ایک مسلمان کا بھی حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپا رہے (جاء الحق صفحہ 50)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تبصرہ: اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کے ایمان و اعمال، روزہ، نماز، نیت، کی گواہی کا کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی آپ اس قسم کی گواہی دیں گے جس قسم کی گواہی کا ذکر ہے وہ گواہی خود احمد یار کے قلم سے ہم نے نقل کی ہے جس میں مسلمانوں کے حالات کے جاننے کی کوئی بھی بات نہیں ہے۔

عبارت:

(آگے اس نے لکھا ہے کہ) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی آنے والی نسل کا حال معلوم فرمالیا کہ خدایا ان کی اولاد بھی اگر ہوئی تو کافر ہو گی وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۞ (نوح آیت نمبر 27) لہذا تو ان کو غرق کر دے (جاء الحق صفحہ 50)

تبصرہ: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی آنے والی نسل کا حال اللہ کو معلوم تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی۔

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۞ (ہود آیت 36)

ترجمہ: اور نوح کو وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں سے کوئی بھی مسلمان نہ ہو گا مگر جتنے ایمان لاچکے (سوالاچکے)

اس وضاحت کے بعد مفتی بریلوی کا جھوٹ نہ چل سکا۔

عبارت:

حضرت خضر علیہ السلام نے جس بچے کو قتل فرمایا اس کا آئندہ کا حال معلوم کر لیا تھا کہ اگر زندہ رہا تو سرکش ہو گا۔

(جاء الحق صفحہ 50)

تبصرہ: حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۞ (الکھف آیت نمبر 65)

ترجمہ: (حضرت موسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی نے اس جگہ) ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے رحمت عطا فرمائی تھی، اور اپنے علم میں اسے علم لدنی سکھایا تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے کہ علمِ لدنی وہ ہے جو بندے کو بطریقِ الہام حاصل ہو، حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علی نبینا علیہ السلام کو دیکھا کہ سفید چادر میں لپٹے ہوئے ہیں تو آپ نے انہیں سلام کیا انہوں نے دریافت کیا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا کہ میں موسی ہوں انہوں نے کہا کہ بنی اسرائیل کے موسی؟ فرمایا جی ہاں۔ (خزائن العرفان صفحہ 360)

اس سے معلوم ہوا کہ علم لدنی الہامی علم کو کہا جاتا ہے، اور الہام بھی وحی کی ایک قسم ہے، لہذا مفتی احمد یار کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق بھی اس کو علم غیب نہیں کہا جاتا۔

دوسری بات یہ کہ جو مفتی احمد یار کے استاد مفتی نعیم الدین بریلوی نے حدیث کے حوالے سے لکھی ہے کہ جب موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو سلام کیا تو انہوں نے دریافت کیا کہ تمہاری سرزمین میں سلام کہاں سے آیا؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسی علیہ السلام کو نہیں پہچانا اگر عالم الغیب ہوتے تو پہچان لیتے اور جب موسی علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں، تو حضرت خضر علیہ السلام نے پھر بھی سوال کیا کہ وہی موسیٰ جو بنی اسرائیل کا موسیٰ (جو مشہور ہے) تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جی ہاں میں وہی موسی ہوں۔ تیسری بات کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے اس سے جدا ہوتے وقت ان چیزوں کا نتیجہ بتایا جن کے کرنے پر حضرت موسی علیہ السلام نے اعتراض کیا تھا تو آخر میں فرمایا:

"وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ" یعنی یہ سب کچھ میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا یہ نتیجہ ہے ان باتوں کا جن پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔

(الکہف آیت نمبر 82)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفتی احمد یار کے استاد مفتی نعیم الدین نے لکھا ہے کہ میں نے یہ سارا کچھ بامر الہی والہام خداوندی کیا (خزائن العرفان صفحہ 362)

اور اسی آیت کی تفسیر میں خود احمد یار بریلوی نے لکھا ہے کہ یہ سارا کچھ میں نے اللہ تعالیٰ کے الہام اور اس کی وحی سے کیا۔

(نور العرفان صفحہ 482)

نتیجہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے سکھائی تھی وہی چیز حضرت خضر علیہ السلام کو معلوم تھی اور وہ بھی وحی اور الہام کے ذریعے سے اس کے لیے ظاہر کی گئی تھی اور احمد یار کا اصول ہے کہ جو چیز کسی آلہ یا الہام اور وحی یا کسی دلیل یا اطلاع سے معلوم ہو وہ غیب نہیں ہے، یہ آیت بھی مفتی بریلوی کے مصنوی عقیدے کو ثابت نہ کر سکی۔

عبارت:

تو سید الانبیاء ﷺ پر کسی کا حال کیونکر چھپ سکتا ہے۔ (جاء الحق صفحہ 50)

تبصرہ: حکیم البریلویت نے حضرت نوح و خضر علیہم السلام کے واقعات کو نقل کر کے ان پر قیاس کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے علم غیب کو ثابت کیا ہے کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کسی کا حال کیونکر چھپ سکتا ہے، حالانکہ اس کو چاہیے تھا کہ اپنے اصول کے مطابق کوئی محکم آیت جو قطعی الدلالت ہو جس میں چند معنٰی کا احتمال نہ ہو اور حدیث ہو تو متواتر ہو، ان سے کوئی دلیل پیش کرتے اور پورے قرآن مقدس میں ایسی کوئی آیت اگر ہوتی تو ضرور پیش کرتے، لیکن ہے نہیں۔ اس لیے انہوں نے قیاس کے ذریعے سے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی کا حال کیونکر چھپ سکتا ہے یعنی آپ ﷺ سے کسی کا حال بھی مخفی نہیں ہے، لیکن ہم خود احمد یار ہی کے قلم سے اس کا جھوٹ ظاہر کرتے ہیں مثلاً قرآن مجید کی آخری دو سورتیں سورۃ فلق اور سورۃ الناس کا شان نزول اس طرح لکھا ہے کہ:

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سن سات ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد روسائے یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا کہ تو اور تیری لڑکیاں جادو گری میں یکتا ہیں، حضور ﷺ پر جادو کر لبید نے حضور ﷺ کے ایک یہودی غلام سے حضور ﷺ کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کیے، اور موم کا ایک پتلا بنایا اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھ کر بیر رواں میں پانی میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا۔

اس کا حضور ﷺ کے خیال شریف میں یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول ہو گئی چھ ماہ تک یہ اثر رہا پھر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام یہ دونوں سورتیں سورۃ الفلق وسورۃ الناس لائے جن میں 11 آیات ہیں ہیں حضور ﷺ کو اس جادو کی خبر دی۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو اس کنویں پر بھیجا گیا آپ نے جادو کا یہ سامان پانی کی تہہ سے نکالا حضور ﷺ نے یہ سورتیں پڑھیں ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی تھی تمام گرہیں کھل گئیں اور حضور ﷺ کو شفا ہو گئی (نور العرفان صفحہ 965)

اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں

(1) رؤسائے یہود کا آپس میں مشورہ کر کے آپ ﷺ پر جادو کرنے کا فیصلہ کرنا آپ ﷺ سے مخفی رہا۔

(2) یہودی غلام کا کنگھی کے ٹوٹے ہوئے دندانے اور آپ ﷺ کے گرے ہوئے بال مبارک کے لے جانے کا راز بھی آپ ﷺ پر مخفی رہا۔

(3) یہود کے موم کا پتلا بنانے اور اس میں سوئیاں چبھونے اور ایک تانت کو گیارہ گرہیں لگانے اور اس پر جادو کرنے کا راز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی رہا۔

(4) بیر رواں میں پتھر کے نیچے اس پتلے کو چھپانے کا راز بھی آپ ﷺ پر مخفی رہا۔

(5) دنیاوی کاموں میں بھول جانے والی پریشانی کی حقیقت کا راز آپ ﷺ پر مخفی رہا۔

(6) چھ ماہ تک اس حقیقت کو معلوم کرنے کا راز آپ ﷺ مخفی رہا۔

(7) جب تک جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ کو یہ سارا قصہ نہ سنایا تب تک آپ ﷺ پر یہ سارا قصہ مخفی رہا۔

(8) اگر آپ ﷺ حاضر ناظر ہوتے تو یہود کا آپس میں مشورہ کرنا آپ ﷺ پر مخفی نہ رہتا۔

(9) اگر آپ ﷺ ذات یا عطائی طور پر عالم الغیب ہوتے تو یہ سارا قصہ آپ ﷺ پر مخفی نہ رہتا۔

(10) اگر آپ ﷺ مختار کل ہوتے تو آپ ﷺ کا بیمار ہونا اور ان دونوں سورتوں کو پڑھنے کے بعد شفایاب ہونے کا سوال ہی نہ ہوتا۔ اب اس حقیقت کے بعد بھی یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ حاضر ناظر، عالم الغیب، مختار کل، اور کسی کا حال بھی حضور ﷺ سے چھپ نہیں سکتا وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے عقائد رکھنا الٹی سوچ نہیں تو اور کیا ہے؟ حقیقت میں بریلوی مسلک کے اس قسم کے عقائد رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے خلاف ہیں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عبارت:

آیت نمبر 3: وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا ۞ (سورہ النسآء آیت 41)

ترجمہ: اور اے محبوب تم کو ہم ان سب پر نگہبان بنا کر لاویں گے۔

الجواب بعون الوھّاب: اس آیت کریمہ کا ترجمہ بھی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 143 کی طرح مصنف نے غلط کیا ہے اگر کسی چیز کا کسی کو نگہبان بنایا جاتا ہے تو اس چیز کے متعلق اس سے سوال ہوتا ہے کہ جب آپ کو اس چیز کا نگہبان بنایا گیا تھا تو آپ کے ہوتے ہوئے اس چیز میں بگاڑ، فساد، یا نقص، کیوں پیدا ہوا؟ حالانکہ اسطرح کا کوئی سوال رسول اللہ ﷺ سے نہیں ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں صاف فرمایا:

فَذَكِّرۡ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ ۞ لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ ۞ (الغاشیۃ آیت 21/22)

ترجمہ: تم تو صرف نصیحت سنانے والے ہو تم کچھ ان پر کڑوڑا (ذمہ دار) نہیں۔ (ترجمہ احمد رضا بریلوی)

وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ۞ اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر کڑوڑا (ذمہ دار) نہیں (الأنعام آیت نمبر 107، الشوریٰ آیت 6، الزمر آیت 41

وفی آیۃٍ: وَمَاۤ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ ۞ (انکو سمجھاؤ) میں تم پر نگہبان نہیں (الأنعام آیت 104، ھود آیت 86)

وفی آیۃٍ: فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے تمہیں ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ (الشوریٰ آیت 48)

وفی آیۃٍ: وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ ۞ اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا (کہ کیوں دوزخ میں گئے) (البقرہ آیت 119)

اس سے معلوم ہوا کہ حکیم البریلویت کا ترجمہ متعدد آیات کے خلاف ہے جب ترجمہ ہی غلط ہے تو اس آیت کی تفسیر کر کے جو نتیجہ نکالے گا وہ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ سچ ہوگا یا جھوٹ؟

نوٹ: اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالی ہر چیز پر نگہبان ہے تو کیا کسی چیز میں فساد ہونے کا اللہ سے بھی سوال ہوگا۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ پوری دنیا کا نظام اپنی حکمت سے چلاتا ہے اور ہر چیز کی بقا یا فنا اس کی حکمت سے ہوتی ہے اور اسی طرح انسان اور جنات کو امتحان کے لیے پیدا فرمایا: لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ (الملک آیت 2)

اس بنا پر اگر کوئی خیر یعنی نفع اور کوئی شر یعنی نقصان ہوتا ہے تو وہ سارا کچھ اللہ کی مشیت سے ہی ہوتا ہے، یعنی وہ ہونے دیتا ہے، جزاء اور سزا کا فیصلہ بعد میں فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ جو کچھ خود کرتا ہے وہ بلکل سہی اور درست کرتا ہے اس لیے اس سے کوئی

سوال ہی نہیں ہو گا، جیسا کہ فرمایا: لَا یُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْأَلُوْنَ ۞ (الأنبیا آیۃ 23)

ترجمہ: یعنی اللہ جو کرے اس سے کوئی سوال نہ ہو گا اور ان سب بندوں سے سوال ہو گا۔

یعنی مخلوق کی تخلیق کامل ہو یا ناقص، اور کسی کی عمر بڑی ہو یا چھوٹی، یا کسی کو بیمار کرے یا تندرست، یا کسی کو خوشحال رکھے یا کنگال، اس کا اللہ سے سوال نہیں ہو گا باقی بندوں کے ذمہ میں جو چیز ہے ان سے سوال ہو گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

''کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ'' یعنی تم میں سے ہر ایک سے اپنے ماتحت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اس لیے،، شہیدا،، لفظ کا ترجمہ نگھبان کرنا یہ مفتی بریلوی کی سینہ زوری ہے، اور اس لفظ،، شہیدا،، کی تحقیق پہلے ہو چکی ہے جہاں مصنف نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 143 سے جاء الحق ص 47 پر دلیل پیش کی تھی، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

عبارت:

تفسیر نیشاپوری میں ہے

"لِأَنَّ رُوحَہ علیہ السلام شَاھِدٌ عَلٰی جَمِیعِ الْأَرْوَاحِ وَالْقُلُوبِ وَالنُّفُوسِ بِقَوْلِہٖ علیہ السلام أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُورِی"

ترجمہ: اس لیے حضور ﷺ کی روح مبارک تمام روحوں اور دلوں اور نفسوں کے دیکھنے والی ہے کیوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جو پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور (روح) ہے۔

اور تفسیر روح البیان میں ہے (ترجمہ) آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی امت کے احوال صبح اور شام کو پیش کیے جاتے ہیں لہذا آپ امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں اس لیے آپ ان پر گواہی دیں گے۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ مومنوں پر ان کے ایمان کے، کافروں پر ان کے کفر کے، اور منافقوں پر ان کے نفاق کے، گواہ ہیں۔

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ روز اوّل تا روز قیامت تمام لوگوں کے کفر و ایمان اور نفاق و اعمال وغیرہ سب کو جانتے ہیں اس لیے آپ ﷺ سب کے ہی گواہ ہیں یہی تو علم غیب ہے۔ (جاء الحق صفحہ 49)

الجواب بعون الوھّاب: تفسیر نشاپوری کی عبارت میں عالم ارواح کا ذکر ہے اور اس کی دلیل میں ''اوّل ما خلق اللہ نوری'' روایت پیش کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کو پیدا کیا گیا، پھر اس کے سامنے جمیع ارواح اور قلوب و نفوس کو پیدا کیا گیا اس صورت میں کہ آپ ﷺ کی روح ان کو دیکھ رہی تھی لیکن باوجود اس کے یہ عبارت مفتی احمد یار کے اپنے بنائے ہوئے اصول کے مطابق قابل حجت نہیں ہو سکتی۔ اس کا اصول ہے کہ متواتر روایت سے عقیدہ ثابت ہو گا اور اس روایت کا حال یہ ہے کہ حدیث کی کسی بھی کتاب میں صحیح متصل سند سے مذکور نہیں ہے، چہ جائیکہ متواتر ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ تفسیری اقوال سے عقیدہ ثابت کرنا مفتی احمد یار کی مجبوری ہے، کیوں کہ اس کو کوئی محکم آیت یا متواتر روایت نہیں ملتی ورنہ اس کو بھی معلوم ہے کہ تفسیری اقوال سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور تفسیر روح البیان میں جو روایت ہے وہ بھی سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے کہ اس سے عقیدہ ثابت کیا جائے دوسری بات یہ کہ آپ ﷺ اپنی امت کو ان کی علامات سے پہچانیں گے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِنَّ اُمَّتِی یُدعَونَ یَومَ الْقِیَامَةِ غرا مُحَجَّلِینَ مِن اٰثَارِ الْوُضُو"

ترجمہ: تحقیق میری امت کو قیامت کے دن بلایا جائے گا تو اس شان سے آئے گی کہ وضو کرنے کی وجہ سے ان کے چہرے، دونوں ہاتھ، اور دونوں پاؤں چمک رہے ہوں گے۔ (بخاری شریف جلد 1 صفحہ 25 مشکوۃ شریف صفحہ 29)

اس سے معلوم ہوا کہ وضو کے اثر سے اعضاء کا چمکنا اس امت کی خصوصیّت ہے، اور تفسیر روح البیان میں بھی یہی بات ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کو علامات (نشانیوں) سے پہچانے گے اور علامت سے جاننے کو علم غیب نہیں کہا جاتا کیوں کہ کسی چیز کی علامت اس چیز کے پہچاننے پر دلالت کرتی ہے اور دلیل سے کسی چیز کے جاننے کو علم غیب نہیں کہا جاتا یہ اصول خود احمد یار نے ابتدا میں لکھا ہے اور تفسیر مدارک کے حوالے سے جو اس نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ مؤمنوں پر ان کے ایمان کے گواہ، اور کافروں پر ان کے کفر کے گواہ، اور منافقوں پر ان کے نفاق کے گواہ، ہیں تو اس عبارت کا مطلب سمجھنے کے لیے پوری آیت پر غور کرنا ضروری ہے۔

فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا ۞ (النسا آیت 41)

ترجمہ: تو کیسا ہو گا (وہ منظر) جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے محبوب) تمہیں بھی ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کو اپنی اپنی امت پر گواہ بنا کر لایا جائے گا۔

کمال قال اللہ تعالیٰ: یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ؕ (المائدہ آیت (109)

ترجمہ: جس دن اللہ تمام مرسلین کو جمع کر کے فرمائے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا یعنی جب تم نے اپنی امتوں کو ایمان کی دعوت دی تو انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا؟ تو وہ عرض کریں گے کہ ہمیں (آپ کے علم کے مقابلے میں) کچھ علم نہیں آپ ہی تمام پوشیدہ حقیقتوں کو جانتے ہیں۔

تو اس سوال کے جواب میں ایک قول تو یہی ہے جو اس آیت کریمہ میں موجود ہے کہ یا اللہ تو سب کچھ جانتا ہے تیرے علم کے مقابلے میں ہمارا علم کچھ بھی نہیں۔

دوسرا جواب وہ ہے جو خود احمد یار نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 143 کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے کہ خدایا ہم ان میں گئے تیرے احکامات پہنچائے مگر ان لوگوں نے قبول نہ (جاء الحق صفحہ 48)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی دنیاوی زندگی میں جو لوگ ان پر ایمان لائے ان کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ اور جنہوں نے انکار کیا ان کے کفر کی گواہی دیں گے۔ تو اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی بات بتائی کہ وہ منظر

کیسا ہو گا جب آپ بھی ان پر (موجودہ مخالفین پر) گواہ بن کر آئیں گے اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کے زمانے میں جو آپ علیہ السلام کے مخالفین تھے ان پر گواہی دینے کا ذکر ہے جس پر لفظ "علی هٰؤلاِ" (یعنی ان موجودہ لوگوں پر) دلالت کر رہا ہے اس گواہی کا تعلق صرف انہی کے ساتھ ہے اور اس کی تائید دوسری آیت سے ہو رہی ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۞ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۞ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۞ (المائدہ آیت نمبر (118 /116)

ترجمہ : جب اللہ عیسی بن مریم علیہا السلام سے فرمائے گا کہ اے عیسی کیا تونے لوگوں کو کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو (اس خطاب کو سن کر حضرت عیسی علیہ السلام کانپ جائیں گے) (خزائن العرفان از نعیم الدین بریلوی) حضرت عیسی علیہ السلام عرض کریں گے کہ پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اگر میں نے ایسا کہا ہو گا تو ضرور تجھے معلوم ہو گا.......... میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا، اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کی گواہی بھی ان لوگوں پر ہو گی جو ان پر ایمان لائے ان کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ اور جنہوں نے کفر کیا ان کے کفر کی گواہی دیں گے۔ اور جو منافق تھے اور ان کا نفاق اللہ نے کھول کر آپ ﷺ کو بتایا تھا ان کے نفاق کی گواہی دیں گے۔

جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۞ (المنافقون آیت نمبر 1)

ترجمہ: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق جھوٹے ہیں۔

اور اس کے علاوہ ایک گواہی اور ہو گی جو آپ ﷺ پوری امت پر دیں گے اور وہ گواہی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 143 کی تفسیر میں خود احمد یار کے قلم سے بیان ہو چکی ہے کہ جب یہ امت انبیاء سابقین علیہم السلام پر گواہی دے گی تو دلیل میں کہے گی کہ ہمارے سچے رسول ﷺ نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ انبیاء سابقین علیہم السلام نے اللہ تعالی کا پیغام پہنچایا اور ان کی قوموں نے ان کو جھٹلایا تھا اور یہی بات قرآن کی آیات پڑھ کر سنائی تو جس طرح قرآن اور ہمارے رسول کی گواہی سچی ہے اسی طرح ہماری

گواہی بھی بالکل سچی اور یقینی ہے۔ اس پر آپ ﷺ گواہی دیں گے کہ یقیناً میں نے اپنی امت کو قرآن کی آیات پڑھ کر یہی حقیقت بتائی تھی لہذا میری امت کی گواہی قطعی ہے۔

یہ آیت کریمہ بھی مفتی بریلوی کے مصنوعی عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے دلیل نہ بن سکی۔

عبارت:

(اس نے نتیجے کے طور پر لکھا ہے کہ) حضور ﷺ از اوّل تا روز قیامت تمام لوگوں کے کفر و ایمان و نفاق اور اعمال وغیرہ سب کو جانتے ہیں اس لیے آپ ﷺ سب کے گواہ ہیں یہی تو علم غیب ہے۔ (جاء الحق صفحہ 49)

تبصرہ: حکیم البریلویت نے سورہ نساء جس کا عدد نزول مفتی احمد یار نے (92) لکھا ہے اس کی آیت نمبر (41) کے نتیجے میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ از اوّل تا روز قیامت تمام لوگوں کے کفر و ایمان نفاق و اعمال وغیرہ سب کو جانتے ہیں لیکن اس قسم کے نتیجے کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی آیت نمبر (101) سے غلط ثابت کر دیا جس میں ہے کہ مدینہ کے آس پاس اور کچھ مدینہ والے لوگ منافق ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں اور مفتی احمد یار نے خود لکھا ہے کہ سورۃ توبہ آخری سورت ہے اور عدد نزول (113) لکھا ہے اور اسی طرح حکیم البریلویت کا مذکورہ نتیجہ نکالنا خود اسی کے قلم سے بھی جھوٹا ثابت ہوتا ہے وہ اس طرح کہ اس نے سورۃ توبہ کی آیت نمبر (101) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ منافقین کی نہ جاننے کی آیت منافقین کا علم دینے سے پہلے کی ہے اب ظاہر ہے کہ جب آخری سورت میں یہ بیان فرمایا گیا کہ منافقین کے نفاق کو آپ نہیں جانتے تو اس سے پہلے والی کسی بھی آیت سے نتیجہ نکالنا کہ حضور ﷺ از اوّل تا روز قیامت تمام لوگوں کے کفر و ایمان اور نفاق سب جانتے ہیں، یہ جھوٹ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

عبارت:

آیت نمبر 4: مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْۚ (البقرہ آیت 255)

ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کے ہاں شفاعت کرے بغیر اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔

تفسیر نیشاپوری اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضور ﷺ مخلوق کے پہلے کے اول معاملات بھی جانتے ہیں، اور مخلوق کے بعد قیامت کے احوال ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔ (جاء الحق صفحہ 50)

الجواب بعون الوھّاب: سب سے پہلے ہم حکیم البریلویت کی ذریّت کو اس اصول کی طرف لے آئیں گے جو مفتی احمد یار نے خود مقرر کیا ہے کہ عقیدہ کے معاملہ میں آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمالات نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر، اور اسی طرح اس نے کسی آیت کریمہ کی تاویل کے متعلق لکھا ہے کہ تاویل چند احتمالات میں سے کسی کو ترجیح دینے کا نام ہے وہ بھی بلا یقین، (جاء الحق صفحہ 20)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور ان تفاسیر میں مفسر کا صرف قول نقل کیا گیا ہے، اور اسطرح کا احتمال نہ آیتِ کریمہ میں ہے اور نہ ہی کوئی روایت منقول ہے، تو ظاہر ہے کہ ایسے اقوال سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا، لہذا خود احمد یار کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق یہ آیت کریمہ اس کے مصنوعی عقیدے پر دلیل نہیں بن سکتی، پھر بھی اس سے علمِ غیب پر دلیل لینا مفتی بریلوی کی یا تو بے بسی ہے یا جہالت، اور دوسری بات یہ کہ یہ وہی آیت ہے جو آیت الکرسی کے نام سے مشہور و معروف ہے اور اس ایک آیت میں سب سے پہلے اللہ کا ذاتی اسم ذکر کیا گیا ہے یعنی ''اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ'' اور اس کے بعد جتنی بھی ضمیریں ہیں اور جتنی صفات ہیں وہ اللہ کی ذات کے لیے خاص ہیں نہ کہ کسی اور کے لیے، اور یہی بات مفتی نعیم الدین بریلوی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھی ہے کہ اس میں اللہ کی اُلوہیت اور اس کی توحید کا بیان ہے۔ (خزائن العرفان صفحہ 49)

اور خود مفتی احمد یار نے حاشیہ کنز الایمان پر اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے۔ اور یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۔ پر حاشیہ لگایا یعنی اللہ تعالی لوگوں کے اگلے پچھلے اعمال جانتا ہے۔ (نور العرفان صفحہ 737)

لیکن شاید بعد میں یاد آیا کہ اپنے مذہب کو بچالوں، تو پھر لکھا کہ یا شفیع المذنبین لوگوں کے اگلے پچھلے گناہ جانتے ہیں، یعنی ایک احتمال نکالا اور ابتدا میں اصول بتایا تھا کہ علم غیب کے عقیدے کے بارے میں آیت قطعی الدلالت ہو جس میں دوسرے معنیٰ کا احتمال نہ ہو، اور حدیث ہو تو متواتر (جاء الحق ص 44)

اس اصول کے مطابق بریلوی مسکین کا اس آیت سے بھی مصنوعی عقیدہ ثابت نہ ہو سکا کیوں کہ ایک تو احتمالی معنیٰ کیا دوسرا یہ کہ۔ ''وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رب کی مخلوق کی اقسام یا اس کی تعداد یا فرشتوں کا شمار رب ہی جانتا ہے (المدثر آیت 31 نور العرفان صفحہ 652)

عبارت:

(آگے اس نے لکھا ہے کہ) اس آیت اور ان تفاسیر سے اتنا معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا تو خدا کا علم مراد ہے...... یا یہ مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو کوئی نہیں پا سکتا۔ (جاء الحق صفحہ 53)

تبصرہ: اس سے بھی مفتی بریلوی کی بے بسی ظاہر ہوتی ہے کہ پھر بھی وہی بات احتمال کی لکھی یعنی جو اصول بتایا دلیل اس کے مطابق نہیں جو دلیل پیش کی وہ اصول کے مطابق نہیں، کیوں کہ لکھا ہے کہ یا خدا کا علم مراد ہے یا حضور ﷺ کے علم کو کوئی نہیں پا سکتا یعنی یقینی بات نہیں اور اصول ہے ''اِذَا جَاءَ الاِحتِمَالُ فَبَطَلَ الاِستِدلَالُ'' کسی بھی دلیل میں دوسرے معنیٰ کا احتمال آیا تو دلیل باطل ہو جائے گی۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عبارت:

آیت نمبر 5: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران آیت 189)

اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔ تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے (ترجمہ) خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دے گا کہ مطلع کرے اس کفر و ایمان پر جو دلوں میں ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی پیغمبری کے لیے جس کو چاہتا ہے، چن لیتا ہے، بس اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیوب کی ان کو خبر دیتا ہے یا ان کے لیے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر دلالت کریں۔ رہبری کریں۔ تفسیر خازن میں ہے، (ترجمہ) لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے، اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے، پس ان کو خبر دار (مطلع) کرتا ہے بعض علم غیب پر۔ تفسیر کبیر میں ہے، لیکن ان باتوں کا بطریق غیب مطلع (اطلاع) ہونے کی جان لینا یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیات ہیں (جمل) معنٰی یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس ان کو غیب پر مطلع (اطلاع) کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، چھانٹ لیتا ہے تو اس کو اپنے غیب پر مطلع (اطلاع) فرماتا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام کو منافقین کے حال پر مطلع فرمایا۔ روح البیان میں ہے کیوں کہ حقیقتوں اور حالات کے غیب نہیں ظاہر ہوتے بغیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے۔ اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے۔ (جاء الحق صفحہ 53)

الجواب بعون الوہاب: اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1) اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے کسی رسول کو کسی غیبی بات کی اطلاع دیتا ہے۔

(2) اس کا طریقہ یہ ہے کہ وحی فرماتا ہے یا پھر ایسی دلیل اس کے سامنے قائم کرتا ہے جو کسی مخفی بات پر دلالت کرے۔

(3) غیب پر مطلع ہونا یہ انبیاء کی خصوصیت ہے (غیب کی اطلاع انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے)

(4) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور اس کو غیب کی اطلاع اس طرح دیتا ہے جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال کی (وحی بھیج کر) اطلاع دی۔۔۔۔۔۔ (5) اللہ تعالیٰ کوئی غیبی خبر کسی پیغمبر پر ظاہر فرماتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کوئی خبر یا واقعہ غیب ہے، تب تک اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، جب اللہ تعالیٰ نے اس غیبی خبر کو وحی کے ذریعے سے اطلاع دیا، یا کسی اور دلیل سے ظاہر فرمایا تو اس کے بعد وہ نبی یا رسول اس چیز کو جانتا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ کسی غیبی چیز کو اللہ تعالیٰ کے وحی کرنے، اطلاع دینے، اور دلیل سے ظاہر کرنے کے بعد کسی چیز کو جاننا، یہ ظاہر کو جاننا ہے، نہ کہ غیب کا جاننا۔ یہی بات مفتی احمد یار نے خود اصول کے طور پر لکھی ہے کہ غیب وہ ہے جس کو انسان نہ تو آنکھ، کان، ناک، وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ وہ بلا دلیل بداہۃً عقل میں آسکے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جو حوالہ پہلے نقل کی گئی ہے، لہٰذا اس آیت کریمہ سے بھی مفتی بریلوی کا مصنوعی عقیدہ ثابت نہ ہو سکا۔

عبارت:

آیت نمبر 6: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۞ (النساء آیت 113)

ترجمہ: اور تجھ کو سکھا دیا جو کچھ تو نہیں جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا افضل ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے یعنی احکام اور علم غیب اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن اتارا اور حکمت اتاری اور آپ کو ان بھیدوں پر مطلع (اطلاع) فرمایا اور ان کی حقیقتوں پر واقف کیا۔

تفسیر خازن تفسیر مدارک کے حوالے سے لکھا ہے (ترجمہ) شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں۔ اور کہا گیا ہے کہ آپکو علم غیب میں وہ باتیں سکھائیں جو آپ ﷺ نہ جانتے تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے مکر و فریب آپ ﷺ کو بتائے دین و شریعت کے امور سکھائے چھپی ہوئی باتیں اور دلوں کے راز بتائے۔

تفسیر حسینی بحر الحقائق کے حوالے سے لکھا ہے یہ "ماکان ومایکون" کا علم ہے جو حق تعالیٰ نے شب معراج حضور ﷺ کو عطا فرمایا: چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا اور ہم نے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لئے یعنی آپ ﷺ کو وہ سب باتیں بتا دیں جو قرآن کے نزول سے پہلے آپ نہ جانتے تھے (اور نتیجے کے طور پر لکھا ہے) کہ اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات کی خبر دی گئی کلمہ "ما" عربی زبان میں عموم کے لیے ہوتا ہے، تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ ﷺ کے علم میں تھا سب کچھ ہی بتا دیا اس میں یہ قید لگانا کہ اس سے مراد صرف شرعی احکام ہیں، اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن حدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ (جاء الحق صفحہ 53 / 54)

تبصرہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں

(1) اس آیت کریمہ سے پہلے ہی آپ ﷺ کو سب کچھ علم دیا گیا تھا مثلاً۔

(1) آپ کو بھیدوں پر مطلع فرمایا گیا (2) شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائی گئیں (3) کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے۔ (4) دلوں کے رازوں پر مطلع فرمایا گیا۔ (5) منافقین کے مکر و فریب آپ کو بتائے گئے۔ (6) "ماکان ومایکون" (جو ہو چکا اور جو کچھ ہوگا) شب معراج میں آپ ﷺ کو بتایا گیا۔ (7) تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات کی خبر دی گئی۔ کلمہ "ما" عموم کے لیے ہے اسے مقید کرنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حکیم البریلویت نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 113 سے یہ تمام نتائج نکالے جو اوپر مذکور ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے علم کی خبر اس طرح دی ہے کہ آپ ﷺ اس آیت کے نزول سے پہلے ہی ان تمام چیزوں کو جانتے ہیں جو مذکور ہوئیں جبکہ اس سورۃ کا عدد نزول اس نے 92 بتایا ہے لیکن باوجود اس کے سورۃ توبہ جو اس نے آخری سورۃ بتائی ہے اور عدد نزول 113 لکھا ہے اس سورت کی آیت نمبر 101 میں اللہ نے فرمایا کہ منافقین کے حال کو آپ نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ اب اس تضاد کو کوئی مسلمان کس طرح حل کرے؟ حکیم البریلویت کا کہنا ہے کہ جو سورت 92 نمبر پر نازل ہوئی ہے اس وقت رسول اللہ ﷺ ہر چیز کو جانتے تھے حتی کہ قلوب کے راز، منافقین کے مکر و فریب، کو بھی جانتے تھے اور اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ اس سورۃ کے بعد 21 سورتیں نازل ہوئیں ان میں جو کچھ علم ہے وہ بھی بعد میں بتایا گیا اور منافقین کے بارے میں اس سورۃ میں بتایا گیا کہ آپ ان کو نہیں جانتے اور اس کے علاوہ جو سورۃ الفلق والناس کا شان نزول جو خود احمد یار نے لکھا ہے جس میں آپ ﷺ پر جادو کا واقعہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو چھ ماہ تک جادو کی حقیقت معلوم نہ ہو سکی، جب جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ کو جادو کی خبر بتائی اور یہ دونوں سورتیں پڑھنے کا پیغام دیا اور آپ ﷺ نے دونوں سورتیں پڑھیں تو آپ ﷺ تندرست ہو گئے یہ قصہ بھی معراج سے پہلے کا ہے جو پہلے معلوم نہیں تھا۔

اب حکیم البریلویت کہتا ہے کہ جو میری بات نہیں مانتا (کہ سورۃ نساء کے نزول کے وقت آپ ﷺ سب کچھ جانتے تھے) وہ قرآن و حدیث کا مخالف ہے، اور قرآن کہتا ہے کہ سورۃ نساء کے بعد 21 سورتیں نازل ہوئیں اس وقت تک بھی آپ ﷺ منافقین کا حال نہیں جانتے تھے۔ اب غور کیا جائے کہ قرآن کا مخالف کون ہے۔۔۔؟ خود احمد یار بریلوی اس کے ہم خیال۔۔۔؟ یا کوئی اور۔۔۔؟ لہذا ہر ایک مسلمان قرآن کی آیت کو سچ سمجھ کر قبول کرے گا اور حکیم البریلویت کی بات کو جھوٹ سمجھ کر رد کرے گا۔

دوسری بات جو اس نے لکھی ہے کہ کلمہ "ما" عربی زبان میں عموم کے لیے آتا ہے، اس کو مقید کرنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے تو اس کے جواب میں ہم یہ عرض کریں گے کہ واقعتاً کلمہ "ما" عموم کے لیے آتا ہے، لیکن یہ عموم کسی قرینے سے معلوم کیا جاتا ہے، کہ جو چیز مقصود ہوتی ہے، اسی چیز کے ساتھ اس کو عام سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ تمام چیزوں کے لیے۔ اسی بنا پر مفسرین حضرات نے اس آیت میں بھی کلمہ "ما" کو شریعت کے احکام اور دین کی باتوں کے متعلق عام کیا ہے۔ یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں جو اس سورۃ کے نزول کے وقت تک آپ نہیں جانتے تھے اور ان میں سے جو بھی آپ اس وقت جانتے ہو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو سکھایا ہے، جس طرح کہ اللہ نے فرمایا: عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (العلق آیت 5) اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ انسان کو علم سکھایا کسی کو طب کا، کسی کو سائنس کا، کسی کو علم دین (نور العرفان صفحہ 955) اس سے معلوم ہوا کہ حکیم البریلویت ادھر خود کلمہ "ما" کے عموم کو مقید کر رہا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

وفی آیۃٍ: وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۞ (البقرہ آیت 151)

ترجمہ: اور وہ (رسول) تمہیں (اصحاب رسول) تعلیم فرماتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

اس آیت میں بھی کلمہ "ما" عام ہے اگر علم شریعت کے متعلق عام سمجھنے کی بجائے تمام چیزوں کے جاننے کو عام سمجھا جائے تو اس کا مطلب ہو گا کہ تمام صحابہ کرام بھی "ماکان ومایکون" ذرے ذرے کو جانتے تھے حالانکہ اس قسم کا عقیدہ تو خود بریلویوں کا بھی نہیں ہے لہذا کلمہ "ما" کے عموم سے بھی مفتی بریلوی کا مصنوعی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکا۔

عبارت:

آیت نمبر 7: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام آیت 38)

ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کچھ نہ اٹھا رکھا۔ تفسیر خازن کے حوالے سے لکھا ہے کہ "اِنَّ الْقُرآنَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ" قرآن کریم تمام حالات کو شامل ہے خازن)

تفسیر انوار تنزیل کے حوالے سے لکھا ہے (ترجمہ) کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے، کیوں کہ یہ لوح محفوظ ان تمام باتوں پر مشتمل ہے جو عالم میں ہوتی ہیں ہر ظاہر اور باریک۔ اور اس میں کسی حیوان اور جماد کا معاملہ چھوڑا نہ گیا۔

تفسیر عرائس البیان کے حوالے سے لکھا ہے: ترجمہ یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہ چھوڑا ہے لیکن اس ذکر کو کوئی نہیں دیکھ سکتا مگر وہ جن کی معرفت کے انوار سے تائید کی گئی ہو (عرائس البیان)

طبقات کبری میں (امام شعرانی) کے حوالے سے لکھا ہے۔

ترجمہ: اگر خدا تعالی تمہارے دلوں کے بند قفل کھول دے تو تم ان علموں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہے۔ اور تم قرآن کے سوا دوسری چیزوں سے بے پرواہ ہو جاؤ کیوں کہ قرآن میں وہ تمام چیزیں ہیں جو وجود کے صفحوں میں لکھی ہیں رب تعالی فرماتا ہے: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ" (طبقات کبری)

ان آیات اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ کتاب میں دنیا و آخرت کے سارے حالات موجود ہیں اب کتاب سے مراد قرآن یا لوح محفوظ ہے، اور قرآن اور لوح محفوظ حضور ﷺ کے علم میں ہیں۔ (جاء الحق صفحہ 55/54)

تبصرہ: اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1) قرآن میں تمام حالات موجود ہیں۔

(2) لوح محفوظ میں تمام حالات موجود ہیں۔

(3) کتاب سے مراد قرآن ہو یا لوح محفوظ بہر حال حضور ﷺ دونوں کو جانتے ہیں۔ (جاء الحق صفحہ 55

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اب ہم ہر شق پر مختصر تبصرہ کرتے ہیں یہ آیت کریمہ سورۃ الانعام کی آیت نمبر 38 ہے اور اس سورۃ کے نزول کا نمبر مفتی احمد یار نے 55 لکھا ہے جبکہ اس کے بعد 59 سورتیں نازل ہوئیں اور اسی طرح آیت کی تفسیر میں نور العرفان میں اس نے لکھا ہے کہ اس آیت سے حضور ﷺ کا علم غیب کلی ثابت ہوا۔ (نور العرفان صفحہ 169)

اب سمجھنا یہ ہے کہ جب اسی آیت سے حضور ﷺ کا علم غیب کلی طور پر ثابت ہے تو اس کے بعد 59 سورتوں کے نزول کا مقصد کیا تھا۔۔۔؟

قرآن میں تمام حالات موجود ہیں پر تبصرہ:

اس آیت کریمہ کا مطلب ہو گا کہ اللہ کی قدرت اور طاقت کو بیان کرنے کے لیے ان چیزوں کو بیان کیا گیا جو اللہ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں مثلاً زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، ہوا، آگ، پانی، بادل، برق، برسات، انسان، جن، فرشتے، سبزے کا اگنا، اناج، پھل، فروٹ، پرندے، چرندے، جانور، مکھی، مچھر، وغیرہ جیسا کہ اللہ نے فرمایا: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ (ھود آیت 6)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔

اور سورۃ الانعام کی مذکورہ آیت میں ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۞ (سورۃ الأنعام آیۃ 38)

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا اور نہیں ہے، کوئی پرندا جو اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں، ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا پھر اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے۔

ترجمہ: اور زمین میں جو چلنے پھرنے والا (حیوان) یا دو پروں سے اڑنے والا جانور ہے انکی بھی تم لوگوں کی طرح جماعتیں ہیں۔ ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوتاہی نہیں کی۔ پھر سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کئے جائینگے۔

یہ ہے دنیا کی ہر چیز کے حالات کا ذکر اور آخرت کا ذکر اور اس طرح ہے صور پھونکا جائے گا حساب کتاب کے لیے لوگ جمع کیے جائیں گے ہر ایک کو اپنی فکر ہو گی اپنے ماں، باپ، اولاد، احباب، سے کوئی حال دریافت کرنے کے لیے تیار نہیں ہو گا بلکہ متقین کے سوا جو لوگ آپس میں قریبی دوست تھے، دشمن بن جائیں گے پھر نیکوکاروں کے لیے جنت کے انعامات کا ذکر اور کفار و مشرکین کے لیے دردناک سزائیں اور ان کا ہمیشہ جہنم میں رہنا وغیرہ وغیرہ یہ ہے آخرت کے حالات کا ذکر جس سے ایک سمجھدار آدمی کو اسلام قبول کرنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے مائل کرنا مقصود تھا، لہذا ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن میں بیان فرمایا یعنی توحید اور رسالت و آخرت کے ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کے دلائل بیان کرنے سے ہم نے کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی بلکہ ہر قسم کی عقلی و نقلی دلائل سے ہم نے اس کو ثابت کیا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دوسری شق: لوح محفوظ میں تمام حالات موجود ہیں پر تبصرہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا پھر اسے لکھنے کا حکم دیا اور ہر چیز کا ہر حال اس میں لکھوایا حتیٰ کہ جب محشر کا میدان ہو گا اور ہر انسان کا نامہ اعمال جو فرشتوں نے انسان کے عمل کرنے کے بعد لکھا تھا اس کو اس کتاب (لوح محفوظ) کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ بندہ یہ یہ اعمال کرے گا۔ اس کو لکھوایا تھا تو دونوں کتابیں برابر نظر آئیں گی ان میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا تو قرآن میں ہر چیز کے بیان کا مقصد اور ہے، اور لوح محفوظ میں ہر چیز کا ذکر کا مقصد اور ہے قرآن میں ہر چیز کے ذکر کا مطلب ہے کہ اس میں توحید الٰہی، رسالت، آخرت، فرشتہ، تقدیر، پر ایمان لانے کے دلائل اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی ہر چیز سے اللہ تعالیٰ کی طاقت پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اعمال کا ذکر ہے۔ اور جن عقائد و اعمال سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے ان کا ذکر ہے، اس قسم کی تمام چیزوں کا قرآن کریم میں بیان ہے اور رسول اللہ ﷺ امت کے تمام افراد سے زیادہ قرآن کریم کے عالم ہیں اور تمام صحابہ و اہل بیت کے استاذ ہیں، اور لوح محفوظ میں ہر چیز کے بیان کا مطلب ہے کہ ہر جنس کے ہر فرد پر کیا کیا گزرے گی ہر ایک کی عمر کتنی ہو گی اور وہ کیا کیا کریں گے کب کہاں کس حال میں موت آئے گی وغیرہ وغیرہ اور بس۔

تیسری شق: کتاب سے مراد قرآن، لوح محفوظ، بہر حال حضور ﷺ سب کو جانتے ہیں پر تبصرہ۔

قرآن مجید کے علم کے بارے میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی توحید آپ ﷺ کی رسالت اور عقیدہ آخرت کے متعلق جو دلائل بیان کیے گئے ہیں، آپ ﷺ ان تمام دلائل کو جانتے ہیں۔ اور اسی طرح جن چیزوں کے متعلق حلت یا حرمت کا ذکر ہے ایسے ہی شریعت کے قواعد و ضوابط، اعمال ان کی جزا و سزا کا ذکر قرآن میں موجود ہے، آپ ﷺ ان کو کما حقہ جانتے ہیں۔

باقی رہا لوح محفوظ کا علم تو لوح محفوظ میں ہر چیز کا بیان ہے اس کا مطلب ہے کہ ہر جنس کے ہر فرد کا اسمیں ذکر ہے کہ اس کی عمر کتنی، اس کا رزق کتنا، اس کے اعمال کیا کیا ہیں، اس کی موت کب، کہاں، کس حال میں ہونی ہے، اور ان میں سے کون کون جنت میں جائے گا، اور کون جہنم میں داخل ہو گا۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ۝ (الفرقان آیت 2)

ترجمہ: اور اس نے ہر چیز پیدا کر کے اس کی تقدیر مقدر فرمائی۔

وفی آیۃٍ: مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ۔ (الحدید آیت 22)

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں کو مگر وہ ایک کتاب میں ہے، یعنی یہ سب کچھ پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو چکا ہے لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ (نور العرفان صفحہ 862)

وفی آیۃٍ: وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ (یس آیت 12)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ترجمہ: اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک واضح کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں)
(ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں اس طرح ہر جنس کے ہر ہر فرد کا اس طرح ذکر نہیں ہے)
اب دیکھنا یہ ہے کہ لوح محفوظ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہے یا نہیں۔۔؟ اس بات کو سمجھنے کے لیے ہم قرآن کی آیات اور خود اسی احمد یار اور اس کے استاد مفتی نعیم الدین بریلوی کی لکھی ہوئی چند باتیں سامنے لاتے ہیں۔
نمبر (1) : کفار نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق کہا کہ اس پر کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں کیا جاتا تو اس کا جواب آیا:
فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۞ (یونس آیت 20)
ترجمہ: آپ فرمائیں کہ غیب اللہ کے لیے ہے اب تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔
اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ اس آیت میں غیب سے مراد عالم ملکوت ہے، جو ہم لوگوں (مخلوق) سے پوشیدہ ہے جہاں سے آیاتِ قرآنیہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اترتے ہیں، تو مقصد یہ ہے کہ تمہارے مطلوبہ معجزات ظاہر کرنے پر میں بذات خود قادر نہیں۔ (نور العرفان صفحہ 335) اور مفتی نعیم الدین بریلوی نے لکھا ہے۔
(اس سے معلوم ہوا) ایسی حالت میں اس نشانی (معجزہ) کا نازل کرنا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے تو یہ امر غیب ہوا اور اس کے لیے انتظار لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے (خزائن العرفان صفحہ 225)
اس آیت کریمہ اور دونوں مفتیوں کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ جہاں سے معجزات اور آیات قرآنیہ اترتی ہیں وہ مقام غیب ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، حتّی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی فرمایا گیا کہ آپ بھی ان کے ساتھ انتظار کریں کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جو کچھ ہونے والا تھا وہ لوح محفوظ میں یقیناً لکھا ہوا تھا۔ اگر آپ ﷺ اس کو جاننے والے ہوتے تو اس مسئلے کو اس طرح بیان نہ کیا جاتا کہ یہ معاملہ غیبی (مخفی) ہے، اللہ تعالیٰ ہی اس کو جانتا ہے، اور اسی طرح آیات قرآنیہ لوح محفوظ سے اترتی ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا: بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۞ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۞ (البروج آیت نمبر 21/22)
اس کی تفسیر میں مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ قرآن کریم پہلے لوح محفوظ میں تھا پھر حضور ﷺ کے سینہ مبارک میں آیا۔ (نور العرفان صفحہ 968)

اگر آپ ﷺ لوح محفوظ کو جانتے تو آپ ﷺ کو یہ نہ فرمایا جاتا کہ یہ غیبی (مخفی) امر ہے آپ انتظار کیجئے اور اسی طرح اگر آپ ﷺ لوح محفوظ کو جانتے ہوتے۔ تو حکیم البریلویت کا (7 ہجری) میں صلح حدیبیہ کے بعد حضور ﷺ پر جادو کرنے والا واقعہ اور دنیاوی کاموں میں آپ ﷺ سے بھول ہونا اور چھ ماہ تک جادو کا اثر رہنا پھر جبرائیل امین علیہ السلام کا حاضر ہو کر اس جادو کی خبر دینا اور معوّذتین پڑھنے کے بعد حضور ﷺ کو شفا ملنا، یہ سب کچھ لکھا ہوا جھوٹ ہو جاتا ہے، اور اسی طرح مفتی بریلوی کا سورۃ المدّثر کی آیت نمبر 31 کی تفسیر میں یہ لکھنا کہ رب کی مخلوق کی اقسام یا مخلوق کی تعداد یا فرشتوں کا شمار رب ہی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جانتا ہے، اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ بھی جھوٹ ہو جاتا، اور اسی طرح سورۃ التّوبہ کی آیت نمبر 101 میں اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب سے یہ فرمانا کہ آپ ﷺ چند منافقین کی منافقت کو نہیں جانتے، اور اس کی تفسیر میں مفتی بریلوی کا یہ کہنا کہ اس آخری سورۃ کے نزول کے وقت تک آپ ﷺ کو منافقین کا علم نہیں دیا گیا تھا، یہ سب کچھ جھوٹ ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اس آیت کریمہ سے بھی حکیم البریلویت نے اپنے مصنوعی عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے بڑی کوشش کی لیکن خود ہی جھوٹا ظاہر ہوا۔ کسی نے سچ کہا ہے،، ع،، الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں... لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

عبارت:

آیت نمبر 8: وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ (الانعام آیت نمبر 59)

ترجمہ: اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز ہے مگر وہ ایک روشن کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے "هُوَ لَوْحُ مَحْفُوْظٌ فَقَدْ ضَبَطَ اللهُ فِيهِ جَمِيعَ المَقْدُورَاتِ كَوْنِيَّةً لِفَوَائِدَ ترجع الى العباد يعرفها العلماء بالله

ترجمہ: کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ نے جو ہونے والی چیزیں تھیں سب مقدورات کو اس میں محفوظ کیا ہے بندوں کے فائدے کے لیے اور ان فوائد کو علماء ربّانییّن جانتے ہیں۔

تفسیر کبیر تفسیر خازن میں بھی کتاب سے مراد لوح محفوظ کہا گیا ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے "هو علم الله او اللوح" کہ یعنی کتاب سے مراد یا تو علم الٰہی ہے یا لوح محفوظ ہے۔

تفسیر تنویر المقیاس میں اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے: ''کل ذلک فی اللّوح المحفوظ مبین مقدارها ووقتها'' یعنی یہ تمام اشیاء لوح محفوظ میں ہیں ان کی مقدار اور ان کا وقت بیان کر دیا گیا ہے۔

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر خشک و تر، ادنیٰ و اعلیٰ، چیز ہے اور لوح محفوظ کو فرشتے اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جانتے ہیں اور علم مصطفی ﷺ ان سب کو محیط ہے، لہٰذا یہ تمام علوم علم مصطفی ﷺ کے دریا کے قطرے ہیں۔ (جاء الحق صفحہ 57)

آیت نمبر 9: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل آیت 89)

ترجمہ: اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے۔

تفسیر حسینی میں ہے کہ ہم نے آپ ﷺ پر یہ کتاب قرآن دین و دنیا کی ہر چیز کا واضح بیان بنا کر بھیجی تفصیلاً و اجمالاً۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ اس کے بیان کے لیے جو دینی چیزوں سے تعلق رکھتی ہوں۔

اور اس میں سے امتوں اور ان کے پیغمبروں کے حالات ہیں، تفسیر اتقان میں ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ نے ایک دن فرمایا کہ عالم میں کوئی شئ ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو تو ان سے کہا گیا کہ سرایوں کا ذکر کہاں ہے؟ تو انہیں فرمایا کہ اس آیت میں ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ مَسۡکُوۡنَۃٍ فِیۡهَا مَتَاعٌ لَّکُمۡ ؕ کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان کے گھروں میں داخل ہو جاؤ جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور تمہارا وہاں سامان ہو۔

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں ہر ادنٰی چیز ہے اور قرآن رب تعالی نے محبوب ﷺ کو سکھایا "الرحمن علم القران" (نتیجہ یہ نکلا) کہ یہ تمام چیزیں علم مصطفی ﷺ میں آئیں۔ (جاءالحق صفحہ 57)

الجواب بعون الوھّاب: سب سے پہلے علم غیب کے متعلق وہ اصول جو خود احمد یار نے لکھے ہیں ان کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ کو سمجھا جائے تو اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے علم غیب ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اصول یہ تھا کہ عقیدہ ثابت کرنے کے لیے "آیت ہو تو محکم جس میں دوسرے معنٰی کا احتمال نہ ہو" اور علم غیب کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو چیز حواس خمسہ سے معلوم کی جائے تو وہ علم غیب نہیں (جاءالحق صفحہ 43)

اس آیت کریمہ میں بھی علم غیب کی بات ہی نہیں ہے اور "کُلِّ شَیۡءٍ" کے متعلق بہت سارے مفسرین نے "امور دین مراد لیا" مثلاً تفسیر مدارک میں جلد 2 صفحہ 229 پر ہے "کُلِّ شَیۡءٍ" سے مراد "امور دین ہیں"۔

تفسیر خازن میں جلد 3 صفحہ 139 پر ہے۔ "قال مجاھد ما امر بہ وما نُھِیَ عنہ وقال اھل المعانی تبیاناً لکل شَیۡءٍ" یعنی من امور الدین امّا بالنص علیہ او بالاحالت علی ما یوجب العلم من بیان النبیؐ ﷺ لانّ النبیؐ بیّن ما فی القرآن من الاحکام والحدود والحلال والحرام وجمیع المأمورات والمنہیات۔

اور تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 99 میں ہے:

وذلک لانّ العلوم اما دینیّۃ او غیر دینیّۃ اما العلوم التی لیست دینیۃ فلا تعلق لھا بھذہ الاٰیۃ: یعنی جو دینی علم نہیں ہے اس کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اس علم کا بیان ہے جس کا تعلق صرف دین سے ہے مثلاً احکام الٰہیہ اور حدود، حلال وحرام، اور جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے وہ مراد ہیں۔

اور "کّل شیٍٔ" سے مراد دین کی ہر چیز ہے، اور اس کے علاوہ مفتی بریلوی نے خود لکھا ہے کہ قرآن رب تعالی نے خود محبوب ﷺ کو سکھایا اور یہ تمام چیزیں علم مصطفی ﷺ میں آئیں (جاءالحق صفحہ 57)

اس آخری جملے نے مسئلے کو اور بھی آسان کر دیا یعنی اللہ تعالیٰ نے سکھایا تو جو علم کسی کے سکھانے سے حاصل ہو، اسے علم تو کہا جاتا ہے علم غیب ہر گز نہیں کہا جا سکتا۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عبارت:

آیت نمبر 10: وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ (یونس آیت 38)

تفسیر جلالین میں ہے کہ " تفصیل الکتاب تبیین ما کتب اللہ تعالی الاحکام وغیرھا" یعنی یہ تفصیلی کتاب ہے، اس میں احکام اور ان کے سوا دوسری چیزیں بیان کی جاتی ہیں، تفسیر جمل میں ہے کہ " ای فی اللوح المحفوظ " یعنی لوح محفوظ میں تمام تفصیل ہے۔

اور روح البیان میں ہے کہ " ای تفصیل ما حقق و اثبت من الحقائق و الشرائع "

یعنی قرآن ان شرعی اور حقیقی چیزوں کی تفصیل ہے جو ثابت کی جا چکی ہیں۔

اور تاویلات نجمیہ میں ہے:

" ای تفصیل الجملة التی ھی المقدرة المکتوبة فی الکتاب الذی لا یتطرق الیہ المحو و الاثبات لانہ ازلی ابدی "

یعنی اس تمام کی تفصیل سے جو تقدیر میں آچکی ہے اور اس کتاب میں لکھی جا چکی ہے جس میں رد و بدل نہیں ہوتا کیوں کہ وہ کتاب ازلی و ابدی ہے۔

اس آیت و تفسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں احکام شرعیہ اور تمام علوم موجود ہیں اس آیت سے پتہ لگا کہ قرآن میں سارے لوح محفوظ کی تفصیل ہے، اور لوح محفوظ میں سارے علوم ہیں ''وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ'' اور قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہے ''الرحمن علم القران'' لہذا سارا لوح محفوظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہے کیوں کہ قرآن لوح محفوظ

کی تفصیل ہے۔ (جاء الحق صفحہ 56/57)

آیت نمبر 11: مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (سورۃ یوسف آیت 111)

ترجمہ: یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں اپنے سے اگلے کلاموں کی تصدیق ہے، اور ہر چیز کا مفصل بیان۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے تحت " یعنی فی ھذا القرآن المنزل علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تفصیل کل شئ تحتاج الیہ من الحلال والحرام والحدود والاحکام والقصص والمواعظ والامثال وغیر ذلک مما یحتاج الیہ العباد فی امر دینھم ودنیاھم "

یعنی اس قرآن میں جو آپ پر اتارا گیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کی تفصیل ہے، جس کی آپ کو ضرورت ہو حلال اور حرام، سزائیں اور احکام، اور قصے اور نصیحتیں، اور مثالیں ان کے علاوہ وہ چیزیں جن کی بندوں کو اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں ضرورت پڑتی ہے، تفسیر حسینی میں ہے یعنی اس قرآن میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی دین و دنیا میں ضرورت ہو۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کتاب الحجاز لابن سراقہ میں ہے عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو (جاء الحق صفحہ 57)

الجواب بعون الوھّاب: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ قرآن اپنی طرف سے بنایا ہوا نہیں ہے۔

"وَلٰكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ (من التوراۃ والانجیل) وَتَفۡصِيۡلَ الۡكِتٰبِ" یہاں پر کتاب معنی مکتوب کے ہے اور مکتوب بمنی مفروض یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم پر فرض کی ہیں ان چیزوں کو قرآن تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

جیسا کہ تفسیر خازن میں ہے ''تبیین ما فی الکتب من الحلال والحرام والفرائض والاحکام'' (جلد 2 صفحہ 316)

اور تفسیر مدارک میں ہے ''تبیین ما کتب وما فرض من الاحکام والشرائع'' (جلد 2 صفحہ 22)

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے ''ای بیان الاحکام والحلال والحرام بیانًا شافیًا کافیًا حقًّا لامریۃ فیہ من اللہ رب العلمین'' (جلد 2 صفحہ 549)

تفسیر بحر المحیط میں ہے ''تبیین ما فرض وکتب فیہ من الاحکام والشرائع'' (جلد 5 صفحہ 158)

تفسیر روح المعانی میں ہے ''ای ما کتب واثبت من الحقائق والشرائع'' (جلد 6 صفحہ 118)

ان تمام تفاسیر کا مفہوم یہ ہے کہ اس کتاب میں جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مقرر کی ہیں مثلاً کسی چیز کے متعلق حلال ہونا، کسی چیز کے متعلق حرام ہونا، قصاص لینا، کسی کام کا کرنا، نہ کرنا، ان چیزوں کا تفصیلی بیان اس کتاب میں ہے۔ اور اسی طرح بعض انبیاء علیہم السلام اور مومنین کے قصص اور اسی طرح وعظ و نصیحت ناپ تول کے متعلق احکام اور وہ تمام اشیاء جن کی طرف بندے دینی و دنیاوی معاملات میں (شریعت کے لحاظ سے) محتاج ہوتے ہیں ان تمام کو اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان آیات میں اور ان تفاسیر میں کہیں بھی علم غیب کا ثبوت نہیں ہے، اس میں تو اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق فرمائی ہے، اور منکرین کے اس قول کی تردید فرمائی ہے جو وہ کہتے تھے: ''اَفۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ'' (سباء آیت 8)

یعنی یہ (محمد ﷺ) اللہ پر جھوٹی نسبت کرتا ہے کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے، تو اللہ نے ان کی تردید ان الفاظ میں بیان فرمائی

مَا كَانَ حَدِيۡثًا يُّفۡتَرٰى وَلٰكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝ (یوسف آیت 111)

یعنی یہ قرآن کوئی بناوٹی بات نہیں ہے بلکہ یہ رسول جو پیغام تمہیں پہنچاتا ہے اس پیغام میں تورات و انجیل جیسی کتابوں کی تصدیق بھی ہے اور اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں مقرر فرمائی ہیں، ان کی تفصیل بھی ہے، علم غیب کی تو اسمیں بات ہی نہیں ہے، اور علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے کہ "تفصیل کل شیٍٔ" اس کے دو معنی ہیں۔

ایک یہ کہ اس میں پورے قصے کی تفصیل ہے یوسف علیہ السلام کے، اور دوسرا یہ معنی ہے کہ اس قرآن میں بندوں کی دنیا و آخرت کی فلاح سے متعلق تمام احکام شریعہ کی تفصیل ہے۔ اور بندوں کے لیے رشد و ہدایت اور اصلاح عقائد اور مبدأ اور معاد کی تمام تفصیل اس میں موجود ہے اس کا معنی یہ نہیں کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک رونما ہونے والے تمام

[Website: DifaAhleSunnat.com]

واقعات کی تفصیل ہے، اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام حقائق اور ان کے تمام اسرار ورموز اور ان کے تمام منافع اور مضار کی تفصیلات اس قرآن میں ہیں، کیوں کہ قرآن مجید تاریخ وجغرافیہ اور سائنس کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ رشد وہدایت کی کتاب ہے، اور اس میں رشد وہدایت کے متعلق تمام تفصیلات ہیں۔(تفسیر تبیان القران جلد 5 صفحہ 883 از: غلام رسول سعیدی بریلوی)

اس آیت سے کسی بھی مفسر نے علم غیب پر استدلال نہیں کیا، یہ صرف بریلوی مفسر احمد یار ہی کی جہالت ہے، کیوں کہ اگر قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان تفصیل کے ساتھ سمجھا جائے تو دنیا میں ہر آئے دن جو جو واقعات ہوتے ہیں اور جو جو عمل ہر انسان کرتا ہے، اس انسان کا نام، اس عمل کا مقام، اور اس عمل کا نتیجہ، یہ ساری تفصیل قرآن مجید میں ضرور ہوتی، حالانکہ اس طرح کا بیان قرآن کریم میں نہیں ہے۔ جبکہ لوح محفوظ میں سب کچھ درج ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید لوح محفوظ کی تفصیل نہیں ہے۔ یہ جملہ بھی مفتی احمد یار نے غلط لکھا ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید میں عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت اور عقیدہ آخرت کے دلائل کی تفصیل ہے، اور امر اور نہی، حلال اور حرام وغیرہ کی تفصیل ہے۔ آخر میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جو اصول بریلوی مفسر احمد یار نے لکھے ہیں، اصول یہ تھا کہ عقیدہ ثابت کرنے کے لیے ”آیت ہو تو محکم جس میں دوسرے معنیٰ کا احتمال نہ ہو “اور علم غیب کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو چیز حواس خمسہ سے معلوم کی جائے تو وہ علم غیب نہیں۔ (جاء الحق صفحہ 43) انہی اصولوں کو سامنے رکھا جائے تو اس کی کوئی دلیل قابل حجت نہیں ہو سکتی اپنے ہی اصولوں کے مخالف ہونے کی وجہ سے کوئی دلیل قابل توجہ ہی نہیں ہے۔

عبارت:

آیت نمبر 12: اَلرَّحْمٰنُۙ ۞ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَؕ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَۙ ۞ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۞ (الرحمن آیت 1/2)

ترجمہ: رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ”ما کان وما یکون“ کا بیان ان کو سکھا دیا۔

(ترجمہ احمد رضا واحمد یار بریلوی)

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر حسینی میں ہے ”خَلَقَ الْاِنْسَانَۙ ای محمد ﷺ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ یعنی بیان ما کان وما یکون“

تفسیر خازن میں ہے:"قیل اراد بالانسان محمد ﷺ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ یعنی بیان ما کان وما یکون لانہ علیہ السلام نبأ عن خبر الاولین والآخرین وعن یوم الدین۔ تفسیر روح البیان میں ہے: وعلم نبینا علیہ السلام القرآن واسرار الالوھیة کما قال: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُؕ

تفسیر مدارک میں ہے: الانسان ای الجنس او آدم او محمد ﷺ۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے: وقیل الانسان ھاھنا محمد ﷺ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نتیجہ: ان آیتوں اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور ﷺ کو دیا گیا (جا الحق صفحہ 58)

الجواب بعون الوھّاب: ان آیات کی تفسیر علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے یہ لکھی ہے تفسیر بغوی معالم التنزیل میں ہے کہ

"خَلَقَ الْاِنْسَانَ یعنی آدم علیہ السلام قالہ ابن عباس وقتادۃ (رضی اللہ عنھما) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ای اسماء کل شیٍٔ وقیل علمہ اللغات کلہا وکان آدم یتکلم بسبع مائۃ لغۃ۔ قال الکلبی عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ مُحَمَّدًا وقیل عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ یسرہ للذکر وقال الآخرون (الانسان) اسم جنس وارادبہ جمیع الناس عَلَّمَهُ الْبَيَانَ النطق والکتابۃ والفھم (تفسیر بغوی معالم التنزیل جلد 4 صفحہ 266)

اور تفسیر روح المعانی میں ہے عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ومفعول الاول محذوف لدلالۃ المعنی علیہ ای عَلَّمَ الانسان القرآن وقیل المقدور جبریل علیہ السلام او الملائکۃ المقربین علیھم السلام خَلَقَ الْاِنْسَانَ والمراد بالانسان الجنس عَلَّمَهُ الْبَيَانَ والمراد بہ المنطق الفصیح العرب عما فی الضمیر وقال قتادۃ (الانسان) آدم (البیان) علم الدنیا والآخرۃ (تفسیر روح المعانی جلد 14 صفحہ 99)

انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور ان کو ہر چیز کی تعلیم دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ قتادہ رضی اللہ عنہ اور حسن کا یہی قول ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ انسان سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہے، اور بیان سے مراد حلال، حرام، ہدایت و گمراہی، کا بیان ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ انسان سے مراد جنس انسان ہے اور اس تقدیر پر بیان سے مراد کلام کرنا، سمجھنا، اور اسی خصوصیت کی بنا پر انسان کو تمام جانداروں پر فضیلت دی گئی ہے۔ (تفسیر الکشاف ج 9 ص 77 الجامع الاحکام القرآن ج 17 ص 141 فتح القدیر للشوکانی ج 5 ص 174 فتح البیان ج 6 ص 493 بحوالہ تبیان القرآن) (علامہ غلام رسول سعیدی)

علامہ غلام رسول بریلوی کی اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں (علم القرآن) سے مراد مختلف چیزیں لی گئی ہیں، اور کسی آیت کریمہ کی اگر ایک معنی متعین نہ ہو اور اس میں دوسرے معنی کا احتمال ہو تو خود مفتی احمد یار کے اصول اور تمام مفسرین کے اصول کے مطابق اس سے قطعی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا، لہٰذا اس آیت کریمہ سے بھی مفتی بریلوی کا عقیدہ ثابت نہیں ہوا، اور اگر اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کی تعلیم دی، اور پھر آپ ﷺ نے اس پورے قرآن کی تعلیم اس امت کو دی، اور قرآن کی تعلیم کا پورا حق ادا کیا، تو اس وقت مراد یہ ہوگی کہ آپ ﷺ نے امت کو اللہ تعالی کے بتائے ہوئے احکام، حلال، حرام، جائز، ناجائز، توحید، شرک، کی باتیں اور جنتی لوگوں کے عقائد و اعمال واضح طور پر بتائے ایسے ہی جہنم میں جانے والے لوگوں کے عقائد و اعمال بھی واضح طور پر بیان فرمائے، تو اس سے بھی مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی عالم الغیب ہونے کا عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری بات یہ کہ کسی مفسر نے بھی ان آیات سے رسول اللہ ﷺ کا عالم الغیب ہونا ثابت نہیں کیا ان آیات سے نبی ﷺ کے لیے علم غیب ثابت کرنا یہ صرف بریلوی مفسر ہی کی جہالت ہے، کیوں کہ علم غیب تو تب ثابت ہوتا جب قرآن مقدس میں ہر ایک انسان کا نام بنام ایمان اور عمل اور موت کا وقت اور مقام واضح طور پر مذکور ہوتا، اور وہ بھی جب کوئی اللہ تعالی کے بغیر بتانے کے جانتا حالانکہ خود احمد یار نے لکھا ہے کہ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اللہ تعالیٰ کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا (جاء الحق ص 43) اور جو کسی کے بتانے کے بعد جانے اس کو عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا۔ اور اس کے علاوہ مفسرین حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ یا تو (علم القران) سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے جبرائیل امین علیہ السلام اور فرشتوں کو قرآن کی تعلیم دی اور وہ فرشتے جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ آکر رسول اللہ ﷺ کو پیغام پہنچاتے تھے۔ اور بریلوی مفسر نے اصول میں یہ لکھا تھا کہ محکم آیات کے علاوہ یعنی جن آیات سے دوسرے معنی کا احتمال ہو تو ان سے عقیدہ ثابت نہیں ہو گا ان تمام تفاسیر کے سامنے آنے کے بعد بریلوی مفسر کی خیانت بھی سامنے آگئی جو اس نے ترجمے میں کی ہے، وہ اس طرح کہ (رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا ماکان ومایکون کا بیان ان کو سکھایا، قرآن کی آیت میں نہ تو (اپنے محبوب کا لفظ ہے) اور نہ ہی (انسانیت کی جان محمد کا لفظ ہے) اور نہ ہی (ماکان ومایکون) کا لفظ ہے۔ اس خیانت کا اس سے اللہ ہی پوچھے گا، اگر یہ تفسیری معنی کرنا چاہتا تھا تو اسے چاہیے تھا کہ تفسیری الفاظ کو بریکٹ میں لکھتا لیکن اس نے سب الفاظ کو قرآن کی آیات کا ترجمہ بنا کر لکھا ہے جو کہ سراسر خیانت ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ رحمٰن نے سکھایا اور اصول ہے کہ دوسرے کے سکھانے سے کوئی جانے تو اسے عالم کہا جاتا ہے، نہ کہ عالم الغیب۔

عبارت:

آیت نمبر 13: مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ (القلم آیت نمبر 2)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ آپ ﷺ سے وہ باتیں چھپی ہوئی نہیں ہیں جو ازل میں تھیں اور وہ جو ابد تک ہوں گی کیوں کہ جن کا معنی ہے چھپنا بلکہ آپ اس کو جانتے ہیں جو ہو چکا اور خبردار ہیں اس سے جو ہو گا۔

اس آیت و تفسیر سے علم غیب کلی ثابت ہوا۔ (جاء الحق صفحہ 59)

الجواب بعون الوھّاب: نعمت سے مراد نبوّت ہے اور بمجنون فرما کر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے قول کا جواب دیا۔ جو انہوں نے کہا تھا: ''اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ'' تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔۔۔۔۔۔ای انک لاتکون مجنوناً وقد انعم اللہ علیک بالنبوۃ والحکمۃ" (تفسیر معالم التنزیل جلد 4 صفحہ 375، تفسیر مدارک جلد 3 صفحہ 519، تفسیر کبیر جلد 15)

"والمراد تنزیھہ علیہ السلام ماکانوا ینسبونہ الیہ من المجنون حسداً وعداوۃ ومکابرۃ فحاصل الکلام انت منزہٌ عمّا یقولون" (تفسیر روح المعانی جلد 15 صفحہ 43)

"والمعناہ استبعاد ماکان ینسبہ الیہ کفار مکۃ عداوۃ وحسداً" (تفسیر کشّاف جلد 4 صفحہ 19)

ان تمام تفاسیر کا خلاصہ یہ ہیکہ کفار کیطرف سے حسد اور عداوت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کیطرف جنون کی نصبت کی گئی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کہا اور اپنے محبوب ﷺ کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور نعمت سے آپ مجنون نہیں بلکہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔

نتیجہ: اس آیت کریمہ میں غیب کی کوئی بھی بات نہیں ہے، اور کسی مفسر نے اس آیت کریمہ سے علم غیب پر استدلال نہیں کیا اور نہ ہی اس آیت سے علم غیب ثابت ہو سکتا ہے، یہ صرف بریلوی مفسر کی جہالت ہے یا سینہ زوری سمجھیں، باقی اس نے جو تفسیر روح البیان کا حوالہ دیا ہے کہ آپ اس کو جانتے ہیں جو ہو چکا اور خبر دار ہیں اس سے جو ہو گا تو صاف ظاہر ہے کہ یہ ان باتوں کے لیے کہا گیا ہے جو اللہ رب العزت نے وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے قصّے سنائے "وہی ماکان ہے" اور جو جنت میں جنتیوں کو انعامات دیے جائیں گے اور جہنمیوں کو جہنم میں جو سزائیں دی جائیں گی وہ مایکون ہے آپ اس کو جانتے ہیں نہ یہ کہ آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک کتنے انسان پیدا ہو چکے تھے اور ہر ایک کے ساتھ خوشی اور غمی کے کیا کیا واقعات پیش آئے تھے اور ان کی کتنی کتنی عمریں تھیں اور ان میں سے کتنے اور کون کون جنت میں جائیں گے اور کتنے اور کون کون جہنمی ہوں گے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے لے کر قیامت تک کتنے لوگ پیدا ہوں گے اور ان کو کیسے کیسے خوشی اور غمی کے واقعات پیش آئیں گے اور ان میں سے کتنے لوگ جنتی اور کتنے جہنمی ہوں گے ان کا ذکر کسی مفسر نے بھی نہیں کیا یہ صرف بریلوی مفسر کی خیانت ہے یا کم عقلی ہے کہ وہ اس سے کلی علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ جن واقعات کے متعلق (وہ واقعات "ماکان کے ہوں یا مایکون کے) اللہ نے وحی بھیج کر آپ ﷺ کو اطلاع دی اس کو بھی علم غیب نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ کسی کے بتانے کے بعد جو چیز معلوم کی جائے وہ علم غیب نہیں ہے یہ اصول خود بریلوی مفسر نے "جاء الحق صفحہ 43" پر لکھا ہے اور یہ آیت سورۃ قلم کی ہے اور مفتی احمد یار نے نور العرفان میں اس کا عدد نزول دو (2) بیان کیا ہے جبکہ خود لکھا ہے کہ سات 7 ہجری میں حضور ﷺ پر جادو کیا گیا چھ ماہ تک آپ ﷺ کو معلوم نہ ہو سکا بالآخر جبرائیل امین علیہ السلام نے آکر جادو کا واقعہ بتایا اور اس کا اثر ختم کرنے کے لیے معوّذتین پڑھنے کو کہا اور سورۃ توبہ کا عدد نزول 113 میں لکھا ہے کہ آیت 101 میں جو منافقین کے حال کے جاننے کی نفی ہے یہ نفی منافقین کے حال بتانے سے پہلے کی ہے اور اس کے بعد منافقین کے حال کا علم دیا گیا تو پھر سورۃ قلم عدد نزول دو کی آیت کریمہ سے کلی علم غیب کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ (ہر گز نہیں)

عبارت:

آیت نمبر 14: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ (التوبہ آیت 65)

ترجمہ: اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔

تفسیر در منثور اور طبری میں ہے کہ یہ آیت ایک منافق کے متعلق نازل ہوئی تھی جس نے کہا تھا کہ محمد ﷺ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے ان کو غیب کی کیا خبر۔

اس آیت اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے غیب کا انکار کرنا منافقین کا کام ہے اور اس کو قرآن نے کفر قرار دیا ہے۔
(جاء الحق صفحہ 59/60)

الجواب بعون الوہاب: کفار اور منافقین کا خیال تھا کہ محمد ﷺ اللہ کا رسول نہیں ہے، اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ جس طرح عام لوگوں کو بذات خود کسی بھی غیبی چیز یا مخفی چیز کا کوئی علم نہیں ہے، اسی طرح محمد ﷺ کو بھی غیبی چیز کی کیا خبر یعنی اونٹنی کی کیا خبر۔ ان کو یہ یقین نہیں تھا کہ اگرچہ غائب اور مخفی چیز کا جاننا عموماً محال ہے، لیکن اللہ کا رسول ﷺ جو بات کرتا ہے، تو اس کو اللہ ہی بتاتا ہے، اور اللہ کے بتانے کے بعد یہ مخفی چیز کو ظاہر کرنے کے بعد کوئی بھی جانے تو اسے علم غیب نہیں کہا جائے گا اور یہی بات خود احمد یار بریلوی نے صاف لفظوں میں لکھی ہے، کہ اللہ عالم بالذات ہے اس کے بتائے بغیر مخلوق میں سے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔ (جاء الحق صفحہ 45) اس سے معلوم ہوا کہ ان منافقین کا حال اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا "جاء الحق صفحہ 43" پر ہے کہ کسی چیز کے ظاہر ہونے کے بعد معلوم کرنا علم غیب نہیں ہے۔

اور اس کے علاوہ اس آیت کریمہ سے پہلے والی آیت میں ہے:

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ (التوبہ آیت 64)

ترجمہ: منافقین اس سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایسی صورت نازل ہو جائے گی جو مسلمانوں کو منافقوں کے دل کی باتوں کی خبر دے دیگی آپ فرما دیجیے تم مذاق اڑاتے رہو بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو۔

شان نزول: یہ آیت کریمہ منافقین کی اس جماعت کے متعلق اتری کہ جب آپ ﷺ تبوک سے واپس آرہے تھے تو اندھیری رات میں منافقین کی ایک جماعت راستے میں کھڑی ہو گئی تاکہ نبی ﷺ پر حملہ کرے تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آکر آپ ﷺ کو خبر دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر زاد المسیر جلد 3 صفحہ 463، بحوالہ تبیان القرآن جلد 5 صفحہ 183 از غلام رسول سعیدی بریلوی)

اس کے بعد اللہ نے فرمایا: "وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ" (التوبہ آیت 65)

ترجمہ: اگر آپ ان سے ان کے مذاق اڑانے کے متعلق پوچھیں گے تو وہ ضرور کہیں گے ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کرتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے سفر میں جارہے تھے اور آپ ﷺ سے آگے کچھ منافقین تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ اس شخص کو یہ امید ہے کہ یہ شام کے محلات اور قلعے فتح کرلے گا حالانکہ یہ بہت بعید ہے، تو اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو اس بات سے مطلع کر دیا پھر نبی ﷺ نے فرمایا ان کو روکو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کرتے ہیں۔

(تبیان القرآن جلد 5 صفحہ 185 از غلام رسول سعیدی بریلوی)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نتیجہ: ان آیات میں منافقین کا جو تنہائی میں بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف تذکرے کرتے تھے ان کا بیان ہے، اور ان کی اس مخفی مجلس کا راز اللہ تعالی نے وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو بتا دیا اور اس کے بعد اللہ تعالی نے یہ بھی بتا دیا کہ اے میرے محبوب اگر آپ ان سے اس راز کے متعلق سوال کریں گے تو پھر بھی وہ یوں کہیں گے: ''اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ط'' اس آیت کریمہ میں غیب جاننے کی نفی ہے، وہ اس طرح کہ انہوں نے جو آپس میں مخفی طور پر باتیں کی اللہ نے وحی کے ذریعے نبی ﷺ کو بتائیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ اگر آپ ان سے اس مذاق کے متعلق پوچھیں گے تو آپ نہیں جانتے وہ کیا جواب دیں گے میں رب آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ کہیں گے ہم تو محض خوش طبعی اور دل لگی کرتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ صرف بریلوی مفسر کی جہالت ہے کہ نفی علم غیب والی آیت سے اثبات علم غیب کے لیے ناکام کوشش کر رہا ہے۔

عبارت:

آیت نمبر 15: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۞ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۞ (الجن آیت 26/27)

ترجمہ: (وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔ ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے، اور اس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے "ای وقت وقوع القیامۃ من الغیب الذی لا یظھر اللہ لاحد فان قیل احملتم ذلک علی القیامۃ فکیف قال اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مع انہ لا یظھر ھذا الغیب لاحد قلنا بل یظھرہ عند قریب القیامۃ"

یعنی اس آیت میں غیب سے مراد قیامت کے آنے کا وقت ہے یہ ان غیبوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالی کسی پر ضائع نہیں فرماتا پس اگر کوئی کہے کہ تم نے اس غیب کو جو قیامت پر محمول کیا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا کہ ''مگر پسندیدہ رسولوں کو'' حالانکہ یہ غیب تو کسی پر ظاہر نہیں کیا جاتا ہم کہیں گے کہ رب تعالی قیامت کے قریب ظاہر فرمائے گا۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہے غیب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ ہر چیز کی پیدائش اور شرعی احکام۔ اور جیسے پروردگار کی ذات وصفات بطریق تفصیل اس قسم کو رب تعالی کا خاص غیب کہتے ہیں پس اپنے خاص غیب پر وہ کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس کے جس کو پسند فرمائے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت مصطفی کریم ﷺ کہ ان کو اپنے خاص غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

تفسیر خازن میں ہے سوائے اس کے جس کو اپنی نبوت ورسالت کے لیے چن لے پس ظاہر فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے (کوئی خبر) غیب میں سے تاکہ ان کی نبوت پر دلیل پکڑی جائے ان غیبی چیزوں سے جن کی وہ خبر دیتے ہیں پس یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تفسیر روح البیان میں ہے کہ رب تعالی اس غیب پر جو اس سے خاص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسولوں کے اور جو غیب رب سے خاص نہیں اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرمادیتا ہے۔

نتیجہ: از بریلوی اس آیت کریمہ اور اس کی تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خاص علم غیب حتی کہ قیامت کا علم بھی رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا گیا اب کیا شے ہے جو علم مصطفی ﷺ سے باقی رہ گئی۔ (جاء الحق صفحہ 60/ 61)

الجواب بعون الوھّاب: اس آیت کریمہ سے پہلے اسی سورۃ میں فرمایا: قُلۡ اِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ اَمۡ یَجۡعَلُ لَہٗ رَبِّیۡۤ اَمَدًا ۞ (الجن آیت 25)

شان نزول : نضر بن حارث نے کہا تھا یہ وعدہ قیامت تک پورا ہو گا؟ تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا کہ:

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے میں نہیں جانتا وہ کہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے نزدیک ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے گا۔ (تفسیر کبیر خزائن العرفان)

تفسیر کبیر میں ہے ''ان وقوعہ (قیامۃ) اما وقت وقوعہ فغیر معلومٍ''

یعنی قیامت کا وقوع یقینی ہے، لیکن اس آیت نے بتایا کہ اس کا وقت مخلوق کو معلوم نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے علم کی نفی خود رسول اللہ ﷺ سے بیان کرائی جارہی ہے، اور مفتی نعیم الدین بریلوی نے تو یوں لکھا ہے کہ وقت عذاب (قیامت) کا علم غیب ہے جسے اللہ تعالی ہی جانے (خزائن العرفان)

اس پر بریلوی کی تفسیر سے بھی ظاہر ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کے بھی پاس نہیں ہے۔

اب مفتی احمد یار بریلوی کا یہ کہنا کہ قیامت کا علم بھی حضور ﷺ کو عطا فرمایا گیا یہ کھلا جھوٹ ہے۔

اس آیت کریمہ کے بعد والی آیت میں اللہ نے کسی غیبی خبر کو اپنے رسول پر ظاہر کرنے کا طریقہ بتایا:

قال اللہ تعالی: فَاِنَّہٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ رَصَدًا ۞ (الجن آیت 27)

ترجمہ: یعنی وہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے، تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچادیے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی نعیم الدین بریلوی لکھتا ہے کہ اللہ انہیں غیوب پر مسلط کرتا ہے، اور اطلاع کامل اور کشف تام عطا فرماتا ہے، اور یہ علم غیب ان کے لیے معجزہ ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی غیبی خبر کی اللہ اطلاع نہ کرے تو اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اطلاع دینے کے بعد جاننا علم غیب نہیں ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں خود مفتی احمد یار نے لکھا ہے کہ جب رب تعالی علوم غیبیہ کی وحی بھیجتا ہے تو وحی لانے والے فرشتے اور

[Website: DifaAhleSunnat.com]

رسول اللہ ﷺ کے آس پاس (دوسرے فرشتوں کا پہرا ہوتا ہے) تاکہ شیاطین دور رہیں اور کوئی غیبی وحی سن کر کاہنوں تک نہ پہنچادیں اور یہ پہرا اس لئے لگایا جاتا ہے تاکہ وحی الہی صحیح طور پر اپنی جگہ یعنی نبی تک پہنچ جائے درمیان میں چوری نہ ہو۔ (نور العرفان صفحہ 689)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیبی خبر کی وحی رسولوں پر آتی ہے، اور وحی کے ذریعے سے جاننے والے کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا یہ اصول خود احمد یار نے مقدمہ میں لکھا ہے باقی اس نے جو تفسیر کبیر کے حوالے سے عبارت نقل کی ہے تو اپنے مذہب کو بچانے کے لیے اس نے ادھوری بات پر اکتفا کیا ہے، اگر وہ پوری بات نقل کرتا تو اس کو اس جھوٹے نتیجے کے نکالنے کی تکلیف نہ کرنی پڑتی جو اس نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو قیامت کا علم بھی عطا کیا گیا تفسیر کبیر کی عبارت جہاں تک اس نے نقل کی ہے اس سے آگے لکھا ہے: ''وکیف لا وقد قال (وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۞ (الفرقان آیت 25)

ترجمہ: اور جس دن آسمان ابر کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کئے جائیں گے۔

"ولا شک ان الملائکۃ یعلمون فی ذالک الوقت قیام القیامۃ"

قیامت کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں ہے ''اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی جس رسول کو پسند کرے اسے بتائے گا تفسیر کبیر والے نے اس پر سوال اٹھایا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ قیامت ایسا غیب ہے ''لا یظھر ھذا الغیب لاحدٍ من رسلہ'' یعنی اللہ تعالی اس غیب کو کسی رسول کے لیے بھی ظاہر نہیں فرمائے گا تو جواب میں ہم اس کو یوں کہیں گے: ''بل یظھرہ عند القرب من اقامۃ القیامۃ'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے قریب ظاہر فرمائے گا ''وکیف لا'' کیسے نہیں ہوگا اللہ تعالی نے خود فرمایا ہے، اور جس دن آسمان پھٹ جائے گا بادلوں سے اور فرشتے اتارے جائیں گے پوری طرح اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس وقت فرشتے قیامت کے وقت کو جان لیں گے۔ (تفسیر کبیر جلد 15 صفحہ 168)

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں جو غیب کا ذکر ہے تفسیر کبیر والے نے اس غیب سے مراد قیامت کا وقت لیا ہے اور قرب قیامت اس کا علم رسول یعنی فرشتوں کو دیا جائے گا نہ کہ انسان رسول کو کیوں کہ قرب قیامت میں کوئی انسان رسول موجود ہی نہیں ہوگا تو اس کو قیامت کا علم کیسے بتایا جائے گا۔

اور دوسری بات یہ کہ مذکورہ آیت سورۃ الجن کی ہے جس کا عدد نزول مفتی احمد یار نے 40 لکھا ہے اور اس کے بعد سورۃ الملک نازل ہوئی جس کا عدد نزول خود اسی ہی مفتی نے 70 لکھا ہے اسی سورت میں ہے:

"وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ"

ترجمہ: اور کافر کہتے ہیں یہ وعدہ قیامت کا کب آئے گا؟ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ) یہ فرماؤ یہ علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں (سورۃ الملک آیت نمبر 25/26)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جب اس سورت کے بعد والی سورۃ میں یہ بتایا گیا کہ قیامت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے تو پھر اس سے پہلے نازل ہونے والی سورت سے کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا علم دیا گیا؟

عبارت:

آیت نمبر 16: فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ۝ (النجم آیت 10)

مدارج النبوت میں ہیکہ معراج والی رات میں رب نے حضور ﷺ کو سارے علوم، معرفت، بشارتیں، اور اشارے، خبریں، کرامات و کمالات، وحی فرمائیں وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل ہیں اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کا سوائے رب تعالیٰ اور محبوب ﷺ کے کوئی احاطہ نہیں کر سکتا جس قدر نبی نے بیان فرمایا وہ معلوم ہے۔

نتیجہ: بریلوی اس آیت اور عبارت سے معلوم ہوا کہ معراج میں حضور ﷺ کو وہ علوم عطا ہوئے جن کو نہ کوئی بیان کر سکتا ہے نہ کسی کے خیال میں آسکتے ہیں صرف بیان کے لیے ہے ورنہ اس سے بھی کہیں زیادہ کی عطا ہوئی (جاء الحق صفحہ 61)

الجواب بعون الوھّاب: اس آیت کریمہ میں وحی کا ذکر ہے جو چیز وحی کے ذریعے معلوم ہو اسے غیب کہنا خود احمد یار بریلوی کے اصول کے خلاف ہے جب کسی مخفی چیز کو اللہ نے وحی کر کے ظاہر فرمایا تو اب وحی کے ظاہر ہونے کے بعد اس کو جاننے والا ظاہر کو جاننے والا ہے نہ کہ غیب کو کیوں کہ وحی سے پہلے وہ چیز غیب میں تھی اور اس وقت اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا اور اس کے بعد مدارج النبوۃ کے حوالے سے جو اس نے لکھا ہے تو نہ یہ کوئی حدیث ہے نہ آیت قرآنی۔ اور اس میں وحی الٰہی کی بات ہے اس لیے اس سے علم غیب پر استدلال کرنا بریلوی مفسر کی ہی جہالت ہے اور نتیجے کے طور پر جو اس نے لکھا ہے کہ معراج میں آپ ﷺ کو "ماکان وما یکون" سے کہیں زیادہ عطا کیا گیا اب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ آخر اس میں کتنی سچائی ہے۔

معراج مکی زندگی کے آخری سال میں ہوا جب آپ ﷺ معراج کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے تو آپ ﷺ پر جادو کیا گیا اس کا آپ ﷺ پر اثر بھی ہوا۔ جس کو خود مفتی احمد یار نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ دنیاوی کاموں میں بھول جاتے تھے اور چھ ماہ تک یہ اثر رہا اس کے بعد اللہ نے وحی بھیجی اور آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے (نور العرفان صفحہ 965) معوذتین کی تفسیر میں۔

اور اسی طرح سورہ فتح میں فرمایا: وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ (الفتح آیت 25)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ والے سال میں آپ ﷺ اور مکہ کے مشرکوں کو آپس میں لڑنے سے اس لیے بچایا کہ مکہ میں کچھ مؤمن مرد و عورتیں موجود تھیں ان کو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے، تاکہ بے خبری کی وجہ سے تم ان کو روند ڈالتے، اس سے معلوم ہوا کہ معراج کے بعد آپ ﷺ کو ان مؤمن مردوں اور عورتوں کے ایمان کے بارے میں واقفیت نہیں تھی، اور یہ

سارے واقعات معراج کے بعد کے ہیں، اس کے باوجود بھی یہ کہنا کہ معراج میں آپ ﷺ کو "ماکان وما یکون" سے بھی کہیں زیادہ معلومات عطا کی گئیں یہ سراسر جھوٹ ہے، کیوں کہ بہت ساری آیات اور واقعات اس عقیدہ کے سراسر خلاف ہیں، اور سورت توبہ کی آیت 101 میں جو منافقین کا حال مذکور ہے وہ بھی آپ نہیں جانتے تھے، حالانکہ یہ سورت آخر میں نازل ہوئی تھی۔

عبارت:

(آیت نمبر 17: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۚ

ترجمہ: اور وہ پوشیدہ باتوں (کے ظاہر کرنے) میں بخیل نہیں۔ (التکویر آیت 24)

معالم التنزیل میں ہے کہ "علی الغیب" "وخبر السماء وما اطلع علیہ من الاخبار والقصص۔ بضنین ای ببخیل یقول انہ یأتیہ علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم بل یعلمکم ویخبرکم ولا یکتمہ کما یکتم الکاھن"

تفسیر خازن میں یہی آیت "یقول انہ علیہ السلام یأتیہ علم الغیب لا یبخل بہ علیہ بل یعلمکم"

یعنی حضور ﷺ غیب پر اور آسمانی خبروں اور قصوں پر بخیل نہیں ہیں مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے پس وہ اس میں بخل نہیں کرتے بلکہ تم کو سکھاتے ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں کاہنوں کی طرح چھپاتے نہیں۔

اس آیت اور عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام لوگوں کو علم غیب سکھاتے ہیں اور سکھائے گا وہی جو خود جانتا ہو (جاء الحق صفحہ 61/62)

الجواب بعون الوہّاب: اس آیت کریمہ کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ پر جو وحی نازل ہوتی ہے اور جو خبریں اور قصے آپ کو وحی کے ذریعے جتنا جتنا پہنچا دیا جاتا ہے فرمایا "وما اطلع علیہ من الاخبار والقصص" یعنی غیبی خبروں میں سے جو جو خبر یا قصوں میں سے جو جو قصہ آپ کو بتایا جاتا ہے یا آپ کو مطلع کیا جاتا ہے یا آپ پر ظاہر کیا جاتا ہے اس کے بتانے پر بخل نہیں کرتے یعنی کاہنوں کی طرح چھپاتے نہیں ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے "قال قتادہ کان القرآن غیباً فانزل اللہ علیٰ محمّد فما ضن بہ علی الناس بل نشرہ وبلغہ وبذلہ لکل من ارادۃ کذا قال عکرمۃ وابن زید وغیر واحد" (ابن کثیر جلد 4 صفحہ 618)

تفسیر خازن اور تفسیر کبیر و تفسیر مدارک میں ہے کہ "ای لا یبخل بہ بالوحی کما یبخل الکھّان"

تفسیر کشاف و روح المعانی میں ہے کہ "وما محمّد علی ما یخبر بہ من الغیب من رؤیۃ جبریل والوحی الیہ وغیر ذلک (بضنین) ای لا یبخل بالوحی" (تفسیر کشاف جلد 4 صفحہ 713)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ان تمام تفاسیر میں قرآن کو غیب کہا گیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کو قرآن کی تبلیغ میں کتنی ہی تکلیفیں دی گئیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کو یہ بھی کہا گیا: "اِئۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ" (یونس آیت 15) یعنی اس کے بدلے دوسرا قرآن لاؤ یا اس میں ہی کچھ تبدیلی کرو۔ اور جیسا کہ روایت میں ہے کہ اگر آپ دولت چاہتے ہیں تو ہم آپکو اتنا مال دے دیں کہ آپ تمام مکہ والوں سے زیادہ مالدار بن جائیں، یا اگر آپ عہدہ چاہتے ہیں تو ہم آپ کو سردار بنائیں اگر آپ شادیاں کرنا چاہتے ہیں تو مکہ کی ساری کنواری لڑکیاں جمع کرتے ہیں آپ جس جس کو چاہیں ہم اس سے آپ کا نکاح کروادیں لیکن اس قرآن کو چھوڑ دیں لیکن آپ ﷺ نے جواب دیا: "قُلۡ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ" (یونس آیت 15) یعنی اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے قرآن کی تبلیغ کو چھوڑ دوں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعریف فرمائی کہ: ''وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ۚ'' یعنی سارے لوگوں کا مقابلہ کرکے بھی وہ نبی قرآن کی ہر آیت پہنچاتا ہے قرآن کے پہنچانے میں ذرہ برابر بھی نہ ڈرتا ہے نہ بخل کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں قرآن کے پہنچانے کی بات ہے نہ کہ کائنات کی غیبی اور مخفی چیزوں کے جاننے کی جیسا کہ دوسری آیت میں ہے جب نوح علیہ السلام کا قصہ پورا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تِلۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهَاۤ اِلَيۡكَ ۚ مَا كُنۡتَ تَعۡلَمُهَاۤ اَنۡتَ وَلَا قَوۡمُكَ مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا ۛؕ فَاصۡبِرۡ ۛؕ اِنَّ الۡعَاقِبَةَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ (ہود آیت 49)

ترجمہ: نوح علیہ السلام کا قصہ غیب تھا وحی کرکے ہم نے آپ کو بتایا، ورنہ اس قصے کا نہ آپ کو علم تھا، نہ آپ کی قوم کو، ہمارے بتانے سے پہلے، لہذا بات واضح ہے کہ جب تک یہ قصہ یا سارا قرآن وحی نہیں کیا گیا تھا تب تک وہ غیب یعنی مخفی تھا اور آپ ﷺ اس کو نہیں جانتے تھے اور پھر اللہ نے وحی بھیج کر آپ پر اس غیبی چیز کو ظاہر فرمادیا تو اللہ کے ظاہر کرنے کے بعد آپ ﷺ نے اس ظاہر کو جان لیا، لیکن باوجود اس کے وہ دوسرے لوگوں سے مخفی تھا اس لیے اس کو دوسروں کے لحاظ سے غیب بھی کہا جاسکتا ہے، لیکن آپ ﷺ نے جب تبلیغ کرکے وہی چیز دوسروں کو بتائی تو اب وہ کسی بھی اعتبار سے غیب نہ رہی، بلکہ اب وہ عام لوگوں کے لیے بھی ظاہر ہوگئی اور غیب نہ رہی، تو معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ اس آیت سے بھی مفتی بریلوی کا مصنوعی عقیدہ ثابت نہ ہوا۔

عبارت:

آیت نمبر 18: "وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا" (الکہف آیت 65)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو اپنی طرف سے علم لدنّی عطا کیا، حضرت خضر کو تفسیر بیضاوی میں ہے کہ حضرت خضر کو وہ علم سکھائے جو ہمارے ساتھ خاص ہیں، اور ہمارے بتائے بغیر وہ کوئی نہیں جانتا، اور (حالانکہ) وہ علم غیب ہے۔ اور تفسیر مدارک میں ہے کہ علم لدنّی وہ ہوتا ہے جو بندے کو الھام کے طریقے پر حاصل ہو اور تفسیر خازن میں ہیکہ حضرت خضر کو علم باطن، الہام کے طریقے پر

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عطا فرمایا تھا۔ اس آیت و تفسیری عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علم غیب عطا فرمایا تھا۔ جس سے لازم آیا کہ حضور ﷺ کو بھی علم غیب عطا ہوا۔ (جاء الحق صفحہ 62)

الجواب بعون الوھّاب: در حقیقت اس آیت کریمہ میں حضرت خضر کے لیے غیب جاننے کی کوئی بات نہیں ہے، اس قصہ میں ہے کہ خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آخر میں یوں کہا: ''وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ'' اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم (مرضی) سے نہ کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے الہام سے کیا۔ (الکہف آیت نمبر 82)

اور اس آیت کی تفسیر میں خود احمد یار بریلوی نے لکھا ہے بلکہ اللہ کے الہام اور اس کی وحی سے کیا (نور العرفان صفحہ 314)

نتیجہ: معلوم ہوا کہ جب تک یہ چیزیں غیب میں تھیں تب تک ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان غیب کی باتوں کو الہام اور وحی کے ذریعے سے حضرت خضر علیہ السلام پر ظاہر فرمادیں تو بعد میں حضرت خضر نے ان کو جان لیا، تو بات واضح ہوگئی کہ حضرت خضر علیہ السلام کا جاننا، یہ ظاہر کو جاننا ہے، نہ کہ غیب کو، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہی باتیں اللہ تعالیٰ نے ظاہر نہ فرمائیں تو یہ ساری باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے غیب تھیں، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان باتوں کو نہیں جانتے تھے، اور ہر مسلمان کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ اس دلیل سے بھی مفتی بریلوی کا مصنوعی عقیدہ ثابت نہ ہوا۔ کیوں کہ اس نے پہلے حضرت خضر علیہ السلام کے الہامی بات کو غیب جاننے کا عقیدہ بنایا پھر اس پر قیاس کر کے رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہا۔ جب کہ اس آیت میں حضرت خضر علیہ السلام کے لیے ہی علم غیب ثابت نہیں ہے۔ کیوں کہ الہام سے جاننے کو، غیب جاننا کوئی نہیں کہتا۔

آیت نمبر 19: وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (الانعام آیت 75)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ابراہیمؑ کو آسمان اور زمین کی بادشاہی دکھائی اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائے

تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لیے آسمان کھول دیے گئے یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے، دیکھ لیا اور آپ کیلئے زمین کھول دی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کی نیچی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے ساتوں آسمان کھول دیے گئے پس انہوں دیکھ لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لئے سات زمینیں کھولی گئیں، انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں، اس آیت اور ان تفسیری عبارات سے معلوم ہوا کہ از عرش تا تحت الثریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے اور مخلوق کے اعمال کی بھی ان کو خبر دی گئی اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ کو بھی یہ علوم عطا ہوئے۔ خیال رہے کہ عرش کہ علم میں لوح محفوظ بھی آگئی۔ اور لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے اس کو ہم پہلے بیان کر

چکے۔ لہٰذا ماکان ومایکون کا علم تو ان کو بھی حاصل ہوا اور علمِ ابراہیمی اور علم حضرت آدم علیہ السلام حضور ﷺ کے علم کے دریا کا قطرہ ہے۔(جاء الحق صفحہ 62)

الجواب بعون الوھّاب: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں کی بڑی بڑی علامات دکھائیں اور زمین کی بھی بہت ساری علامات جو اللہ کی قدرت پر دلیل تھی وہ دکھائیں، تو ابراہیم علیہ السلام نے وہ کچھ ملاحظہ فرمایا جو کچھ اس وقت آسمانوں میں تھا اور اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو زمینی چیزیں بھی دکھائیں، تو ابراہیم علیہ السلام نے زمین میں سے بھی وہ کچھ ملاحظہ فرمایا جو اس وقت زمین میں تھا، جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں خود احمد یار بریلوی نے بھی یہی لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ایک پتھر کی چٹان پر کھڑا کیا گیا پھر اوپر دیکھا تو عرش، کرسی، لوح و قلم، تمام آسمانی چیزیں حتّٰی کہ جنت میں اپنا مقام سب کچھ دکھایا گیا، پھر فرمایا کہ نیچے دیکھو تو زمین میں "تحت الثّریٰ" تک کی تمام چیزیں دکھائی گئیں مگر ہمارے حضور ﷺ کو آسمانوں کی سیر بھی کرائی گئی اور تمام چیزیں بھی دکھائی گئیں۔(نورالعرفان صفحہ 160)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک دن ابراہیم علیہ السلام کے لیے آسمان وزمین کے پردے کھولے گئے جس کی وجہ سے انہوں نے اس وقت جو کچھ زمین و آسمان میں تھا اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دیکھ لیا اور یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا اور معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، نہ کہ صاحب معجزہ کا۔ ایک وقت میں اللہ کے دکھانے سے کسی مخفی چیز کو دیکھنا علم غیب نہیں کہا جاتا کیوں کہ جب تک یہ چیزیں غیب میں تھیں تو ابراہیم علیہ السلام ان کو نہیں جانتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو ابراہیم علیہ السلام کے لیے اپنی قدرت سے ظاہر کر دیا، تو ابراہیم علیہ السلام نے اب ظاہر کو دیکھ لیا، نہ کہ غیب کو جان لیا۔ ظاہر کو دیکھنا اور ہے، اور غیب کا جاننا اور ہے، لہٰذا عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالی ہی ہے۔

اور قرآن مقدس میں ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں یوں بھی ہے کہ ایک بار آسمان سے فرشتے بھیجے گئے، جو مہمان بن کر ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آئے، اور ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مہمانی کی اور ان فرشتوں نے نورانیت کی وجہ سے کسی چیز کو نہ کھایا، تو ابراہیم علیہ السلام ان سے ڈرنے لگے شاید یہ میرے دشمن ہیں فرشتوں نے کہا: "قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ" یہ کہہ کر ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سنادی (ھود آیت نمبر 68/75)

نتیجہ: اگر ابراہیم علیہ السلام غیب جاننے والے ہوتے تو فرشتوں کے لیے ایک بچھڑا بھونا ہوا نہ لاتے، اور نہ ہی ان سے ڈرتے کیوں کہ وہ تو بیٹے کی خوشخبری دینے آئے تھے، اگر ابراہیم علیہ السلام غیب جاننے والے ہوتے تو ان کو دیکھتے ہی خوش ہوتے اور اگر لوح محفوظ کو جاننے والے ہوتے پھر بھی ابراہیم علیہ السلام کبھی بھی ان سے نہ ڈرتے کیوں کہ لوح محفوظ میں ازل سے ہی یہ چیز لکھی ہوئی تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فلاں دن بیٹے کی خوشخبری اور پوتے کی خوشخبری لے کر فرشتے حاضر ہوں گے،

[Website: DifaAhleSunnat.com]

لیکن ابراہیم علیہ السلام ان چیزوں میں سے کسی چیز کو بھی جانتے نہیں تھے، تو مسلمان کا عقیدہ یہی رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کوئی نہیں جانتا۔

عبارت:

تتمہ: مخالفین ان آیات سے شریعت کے احکام مراد لیتے ہیں جن آیات میں ''کُلُّ شَیٍٔ'' کا ذکر ہے یا "مَالَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ" فرمایا گیا ہے مخالفین کہتے ہیں ''کُلُّ شَیٍٔ'' غیر متناہی (بے انتہا ہے) اور غیر متناہی چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو ہونا منطقی قاعدے سے باطل ہے۔ اور بہت سے مفسرین نے بھی ''کُلُّ شَیٍٔ'' کے معنی کی ہیں ''من امور الدین'' یعنی دین کے احکام جیسے جلالین وغیرہ۔ اور بہت سی جگہ قرآن کریم میں ''کُلُّ شَیٍٔ'' فرمایا گیا ہے مگر اس سے بعض چیزیں مراد ہیں جیسے ''وَاُوۡتِیَتۡ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ'' بلقیس کو کل شیٔ دی گئی حالانکہ بلقیس کو بعض چیزیں ہی دی گئی تھیں، مگر یہ دلائل نہیں صرف غلط فہمی اور دھوکہ ہے، ان کے جوابات یہ ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے: ''فامّا لفظة کل شیٔ فانها لاتدل علی کونہ غیر متناہ لان الشیٔ عندنا ھو الموجودات والموجودات متناھیة فی العدد'' تفسیر روح البیان میں ہے: ''ان المعدوم لیس بشیٍٔ'' یعنی جو چیز موجود ہے وہ شیٔ ہے اور جو جو چیز موجود نہیں وہ شیٔ ہی نہیں۔

بریلوی کے جواب کا جواب:

ان تفسیروں میں جو بیان کیا ہے کہ ''کل شیٍٔ'' سے مراد موجود چیزیں ہیں اور جس وقت لفظ ''کل شیٔ'' بولا جائے اس وقت جو چیز معدوم ہو وہ ''کل شیٍٔ'' میں داخل نہ ہو گی، کیوں کہ ''ان المعدوم لیس بشیٍٔ'' تو اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت قرآن مقدس کی وہ آیت جس میں لفظ ''کل شیٍٔ'' فرمایا گیا ہے اس وقت جو چیزیں موجود نہیں تھیں وہ اس آیت میں شامل ہی نہیں تھیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں یا جو مخلوق اس آیت کریمہ سے پہلے موجود تھیں ان چیزوں کا ذکر ''کل شیٍٔ'' میں ممکن ہے، لیکن مفسرین حضرات نے جب ''کل شیٍٔ'' کا تعلق امور دین بتادیا، تو ہر چیز اور ہر مخلوق جو اس وقت موجود تھی اس کا تعلق بھی ''کل شیٍٔ'' سے نہ ہوا، لیکن جو چیز یا جو مخلوق اس وقت موجود ہی نہیں تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بعد میں پیدا فرمایا، تو اس مخلوق کا ذکر اس آیت میں ہے ہی نہیں، تو بعد میں پیدا ہونے والی چیزوں کا علم تو پھر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ ہوا، تو ''کل شیٍٔ'' سے قیامت تک کی چیزوں کو مراد لینا یہ بریلوی مفسر ہی کی جہالت ہے، ورنہ مفسرین حضرات تو معدوم چیز کو اس میں شامل ہی نہیں کرتے، اور دوسری بات یہ کہ خود قرآن میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے فرمایا: ''ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا'' یعنی ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے، تو اس آیت کریمہ میں ''کلّ جبل'' سے مراد صرف وہ پہاڑ ہیں جو ابراہیم علیہ السلام کے سامنے موجود تھے، اور خود احمد یار بریلوی نے بھی اس سے چار پہاڑ مراد لیے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

قیامت تک ہونے والی چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور مخلوق میں سے کسی کو بھی قیامت تک ہونے والی چیزوں کا علم نہ ذاتی ہے نہ عطائی، اور واضح ہوا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، وھو المقصود۔

عبارت:

دوسرے اعتراض کا جواب کہ اگر بہت سے مفسرین نے ''کل شیٔ'' سے صرف شریعت کے احکام مراد لئے ہیں تو بہت سے مفسرین نے ''کلّی علمِ غیب'' بھی مراد لیا ہے اور جبکہ بعض دلائل نفی کے ہوں اور بعض ثبوت کے ہوں تو ثبوت والے دلائل کو ہی اختیار کیا جاتا ہے نور الانوار میں بحث تعارض میں ہے ''والمثبت اولیٰ من النافی''

بریلوی کے جواب کا جواب:

بریلوی مصنف نے جو اصول لکھا ہے کہ عقیدہ اس آیت سے ثابت ہوگا جو قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں۔ (جاء الحق صفحہ 45)

اور چند احتمالات میں سے بعض کو ترجیح دینے کا نام تاویل ہے وہ بھی بلا یقین (ظنی ہوتی ہے) (جاء الحق صفحہ 45)

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ ''کل شیٔ'' سے بھی مفسرین حضرات مختلف معنی مراد لیتے ہیں لہذا اس سے بھی عقیدہ ثابت نہیں ہوگا، لیکن بریلوی مصنف نے، نہ تو کوئی قرآن مجید کی محکم آیت سے دلیل پیش کیا اور نہ ہی متواتر حدیث سے دلیل پیش کی، بلکہ اس نے نور الانوار کی عبارت ''والمثبت اولیٰ من النافی'' کو دلیل میں پیش کیا، تو ظاہر ہے کہ یہ مفتی بریلوی کی مجبوری ہے۔ اور در حقیقت یہ قول صرف امام کرخی کا ہے، نہ کہ جمہور اصولیین کا۔ اور نور الانوار میں ہے۔ "وعند ابن حبان یتعارضان ای یتساویان فبعد ذلک یصار الی الترجیح بحال الراوی" اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ''ان لم یمکن الترجیح فیطرحان و یرجع المجتھد الی اخری'' (نور الاوار صفحہ) (209 بحث اولویۃ المثبت من النافی)

<u>خلاصہ</u>: اس عبارت کا یہ ہوا کہ امام کرخی رحمہ اللہ نے فروعی مسائل میں نافی سے مثبت پر عمل کرنے والوں کو اولیٰ کہا ہے، لیکن ابن حبان نے مثبت اور نافی دونوں کو برابر کہا اور ترجیح کے لیے راوی کی وجہ سے ترجیح دی جائے گی اور اگر ترجیح ممکن نہ ہو تو اس اصول پر "اذا تعارضا تساقطا" دونوں کو چھوڑا جائے گا، اور مجتہد کسی اور دلیل کی طرف رجوع کرے گا، اور ویسے بھی بہت سارے مسائل میں امام کرخی کا یہ اصول قابل قبول نہیں ہیں مثلاً نماز میں کلام کرنے کا ثبوت ہے، اور امام کو منبر پر چڑھ کر نماز پڑھانے کا ثبوت ہے رکوع سے پہلے اور بعد میں ہر رکعت میں اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ثبوت ہے، اور اسی طرح ابتداء اسلام میں شراب پینے کا ثبوت ہے، لیکن ان مثبت چیزوں پر مصنف نے کبھی عمل کرنے کو اولیٰ نہیں کہا۔ معلوم

ہوا کہ علم غیب کے مسئلے میں اور وہ بھی عقید و ایمان کا مسئلہ اس میں امام کرخی رحمہ اللہ کے قول کو دلیل کے طور پر پیش کرنا یہ مفتی بریلوی کا دھوکہ ہے، جس کو کوئی بھی منصف مزاج انسان قبول نہیں کرے گا۔

بریلوی مولوی کی طرف سے تیسرے اعتراض کا جواب:

بلقیس وغیرہ کے قصے میں جو "کل شئ" آیا ہے وہاں قرینہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے وہاں "کل شئ" سے مراد سلطنت کے کاروبار کی کل چیزیں ہیں، اس لیے وہان گویا مجازی معنی مراد لیے گئے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم نے ہدہد کا قول نقل فرمایا کہ اس نے کہا "وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" کہ ہدہد نے سمجھا کہ بلقیس کو دنیا بھر کی تمام چیزیں مل گئیں۔ ہدہد غلطی کر سکتا ہے۔ اس نے تو یہ بھی کہا "وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ" کیا تخت بلقیس عرش عظیم تھا؟ اور قرآن کی دوسری آیات بتلارہی ہیں کہ "کل شئ" سے مراد یہاں عالم کی تمام چیزیں ہیں۔ "وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" اور ہم حاضر ناظر کی بحث میں بتلائیں گے کہ تمام عالم، ملک الموت کے سامنے ایسا ہے جیسے طشت، اور ابلیس آن کی آن میں تمام زمین کا چکر لگالیتا ہے،... لہذا ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو ان چیزوں کا علم ہو۔ اور حضرت آدم اور کاتب تقدیر فرشتہ کا علم ہم علوم خمسہ کے بحث میں بتائیں گے جس سے معلوم ہو گا کہ سارے علوم خمسہ ان (فرشتہ) کو حاصل ہوتے ہیں، اور حضور ﷺ تو ساری مخلوق سے زیادہ عالم ہیں۔ یہ دیوبندی بھی مانتے ہیں، لہذا حضور ﷺ کو یہ علوم بلکہ اس سے زیادہ ماننے پڑیں گے ہمارا مدعیٰ ہر حال میں ثابت ہے۔ (جاء الحق صفحہ 66)

بریلوی کے جواب کا جواب:

مصنف بریلوی نے جاء الحق کے صفحہ 65 پر ایک اصول لکھا ہے کہ عربی زبان میں کلمہ کل و "ما" عموم کے لئے آتے ہیں اور قرآن کا ایک ایک کلمہ قطعی ہے اس میں کوئی قید لگانا محض اپنے قیاس سے جائز نہیں قرآن پاک کے کلمات کو حدیث آحاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے، لیکن انہوں نے بلقیس کے قصے کے لفظ کل کو قطعی وعام سے نکال کر خود مقید کر دیا اور دوسری بات یہ کہ "وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" ہدہد کا قول ہے اور ہدہد غلطی کر سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مقدس میں اللہ تعالی نے بغیر نکیر کے ہدہد کے الفاظ نقل کئے ہیں لہذا اب یہ اللہ کا کلام ہے اب ان الفاظ کو ہدہد کی غلطی تصور کرنا یہ اللہ کے کلام کو ٹھکرانا ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ اور ہدہد کا قول جو "وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ" تھا اس میں کیا خرابی ہے واقعتاً بلقیس کا تخت بڑا تھا، جو مفتی احمد یار نے بھی لکھا ہے کہ اس کی لمبائی 80 گز اور چوڑائی 44 گز، اگلا حصہ سونے کا اور پچھلا حصہ چاندی کا زبرجد اور جواہرات سے جڑا ہوا بڑا قیمتی ہے، اس کے چاروں پائے سرخ یاقوت کے ہیں (نور العرفان صفحہ 555)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تو یہ حقیقت بھی تھی کہ اس کا عرش بڑا تھا جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں ہے: "وَفَدَیْنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ" اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز اپنی جنس کے اعتبار سے بڑی ہو اسے عظیم کہنا صحیح ہے۔ مفتی بریلوی کا اس پر اعتراض بلکل غلط ہے۔

اور اس نے جو یہ لکھا ہے کہ تمام عالم، ملک الموت کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک طشت اور ابلیس آن کی آن میں تمام زمین کا چکر لگالیتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی بھی باشعور بندہ اور ذی فہم انسان غیر جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ دے کر نتیجہ نہیں نکالتا، کیوں کہ مقابلہ ہمیشہ ہم جنس میں ہوتا ہے اس لیے کہ ہر ایک جنس کی خصوصیت کیفیت اور معاملات علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں مثلاً جنوں کی تخلیق ان کی خصوصیات دوسری مخلوق سے جدا ہے، ان کی رفتار میں بھی سرعت ہے، وہ کسی سواری پر بھی سوار نہیں ہوتے اور مختلف شکلوں میں متشکل ہوتے ہیں اور ان کی عمریں بھی بنسبت انسانوں کے بڑی ہوتی ہیں۔

اگر رسول اللہ ﷺ کی شان و مرتبہ مجموعی طور پر سب سے اعلیٰ مانا جائے تو بالکل بجا ہے، لیکن اگر ہر مخلوق کی ہر جنس سے آپ ﷺ کا مقابلہ کیا جائے تو آپ ﷺ کی تنقیص ہوگی نہ کہ تعریف۔ کیا رسول اللہ ﷺ بھی (نعوذ باللہ) جنوں کیطرح مختلف شکلوں میں متشکل ہوتے تھے؟ ہرگز نہیں۔

اور اسی طرح فرشتوں کے عمریں آپ ﷺ کی عمر مبارک سے بڑی ہیں ان کی تخلیق بھی مختلف ہے وہ نہ ماں کے پیٹ میں رہے نہ بچپن کی زندگی دیکھی نہ سواری پر سوار ہوئے نہ بھوک نہ پیاس نہ بیماری دیکھی نہ کوئی دکھ درد محسوس کیا نہ غم لاحق ہوا، نہ ہی نیند کا عارضہ اور نہ بول و براز وغیرہ، تو اگر ان سب چیزوں میں رسول اللہ ﷺ کو بھی فرشتوں کی طرح سمجھنا یہ ان کے لیے عیب ہے۔ نہ کہ تعریف۔ لیکن آپ ﷺ اس کے باوجود سب سے اعلیٰ و اشرف ہیں۔ کیوں کہ جنوں اور فرشتوں کی جنس اور ہے اور رسول اللہ ﷺ کی جنس اور ہے۔ تو جنوں اور فرشتوں کی مثال دے کر قیاساً رسول اللہ ﷺ کی ذات میں وہی صفات ثابت کرنا یہ بریلوی مصنف کی ہی جہالت ہے۔

اور اس نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت آدم و کاتب تقدیر فرشتے کا علم ہم علوم خمسہ کے بحث میں بتائیں گے جس سے معلوم ہو گا کہ سارے علوم خمسہ ان کو معلوم ہوتے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی بات کا جواب پہلے گزر چکا ہے باقی کاتب تقدیر فرشتے کی مثال بھی رسول اللہ ﷺ کے علم کے لئے دینا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ان کی جنس ہی اور ہے اور وہ بھی اس طرح کہ جب بچہ شکم مادر میں ہوتا ہے، "ثمّ بعث اللہ الیہ ملگا باربع کلماتٍ" یعنی اللہ ایک فرشتے کو چار باتیں بتا کر اس بچہ کی طرف شکم مادر میں بھیجتا ہے تو چار چیزوں کو اس بچے کے لیے لکھتا ہے، اگر ہر اعتبار سے فرشتوں کے مقابل لا کر مثالیں دے کر شان بیان کی جائے تو بعض ایسی چیزیں ظاہر ہوں گی جو کسی نیک صالح انسان کے لیے بھی نامناسب ہوں گی چہ جائیکہ کائنات کے سردار ﷺ کے لئے وہ چیزیں تصوّر کی جائیں، کہ جس طرح وہ فرشتہ شکم مادر میں آتا جاتا ہے، تو یہ بات صرف اس کے حق میں ہی مانی جائے گی، نہ کہ کسی اور کے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

لئے یعنی کسی انسان کے لیے یہ نہ کہا جائے گا کہ وہ بھی فرشتہ کی طرح شکم مادر یا رحم مادر میں (نعوذ باللہ) آتا جاتا ہے، ہر گز نہیں، اور یہ بات مفتی احمد یار نے پہلے ہی اصولی طور پر لکھی ہے کہ جو مخفی چیز کسی آلہ سے ظاہر ہو، پھر کوئی اسے جانے تو وہ علم غیب نہیں ہے۔(جاء الحق 41)اور اسی طرح اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ کسی ایک نبی کی خصوصیت تمام نبیوں میں ڈھونڈنا غلطی ہے، (نور العرفان النساء آیت 164 کی تفسیر میں)اور اسی طرح کسی ادنیٰ میں کوئی صفت پائی جائے، تو اس صفت کا کسی اعلیٰ درجے والے میں ہونا ضروری نہیں ہے، تو اسی طرح فرشتہ اگرچہ شان میں انبیاء علیہم السلام سے ادنیٰ ہے لیکن ان کی ہر صفت انبیاء علیہم السلام میں ثابت کرنا یہ بریلوی ہی کی جہالت ہے، ورنہ عقل سلیم رکھنے والا ہر اہل علم جانتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ سفر میں ہدہد بھی ہوتا تھا اور ہدہد کی خوبی یہ تھی کہ وہ زمین میں پانی کی مسافت معلوم کرتا تھا کہ کتنی گہرائی پر پانی ہے، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام جنّوں کو حکم دیتے تھے، تو وہ کھدائی کر کے پانی نکال لیتے تھے۔

(جلالین شریف صفحہ 318، تفسیر در منثور جلد 6 صفحہ 349، اور تفسیر روح المعانی جلد 10 صفحہ 182، تفسیر ابن کثیر جلد 3 صفحہ 478ہے)

اور خود احمد یار بریلوی نے لکھا ہے کہ زمین کے نیچے پانی معلوم کرنا یہ اس کی خدمت تھی سلاطین ان کاموں کو خود نہیں کرتے (جاء الحق صفحہ ۔۔۔)

تو اس سے معلوم ہوا کہ ایک جنس کا مقابلہ دوسری جنس کے ساتھ اس طریقے سے نہیں کیا جا سکتا کہ ایک جنس کے ہر فرد کی خصوصیت دوسری جنس کے ہر فرد میں ہو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں اگرچہ جن بھی تھے اور بہت سارے انسانوں میں سے کامل ولی بھی تھے لیکن زمین میں پانی معلوم کرنا صرف ہدہد کی خصوصیت تھی اگرچہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور مؤمنین کے لیے تو یوں فرمایا گیا: "أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ" یعنی یہ پوری مخلوق سے بہتر ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر کامل مومن پرندوں کی طرح اڑتا بھی ہے اور جانوروں کی طرح دوڑتا بھی ہے یا پانی میں ان کی طرح تیرتا بھی ہے وغیرہ، تو جس طرح مؤمنین کو دوسری مخلوق کے ساتھ ہر اعتبار سے تشبیہ دینا مناسب نہیں ہے، تو بعینہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو دوسری مخلوق کے ساتھ تشبیہ دے کر عقیدہ بنانا نامناسب ہے۔ اور مفتی بریلوی کی جہالت تو دیکھو کہ عقیدہ ہے "رسول اللہ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا" اور دلیل پیش کر رہا ہے کبھی آدم علیہ السلام کی جزوی خصوصیت سے، کبھی ابراہیم علیہ السلام اور فرشتوں کی جزوی خصوصیّات سے، اور کبھی شیطان کی تیز رفتاری سے، اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ان کا عقیدہ ہے اس عقیدے کے مطابق بالاسم ان کے ہاں کوئی محکم آیت یا متواتر حدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے، اس لیے وہ دوسری دلیل بیان کر کے اس پر قیاس کر کے اپنا عقیدہ ثابت کر رہا ہے، اور یہ بات خود ان کے اصول کے خلاف ہے جو اس نے "جاء الحق کے صفحہ 44" پر لکھا ہے کہ "عقیدے کے باب میں آیت قطعی الدلالت ہو اور حدیث متواتر ہو"

اب صحیح عقیدہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجموعی طور پر مخلوق سے افضل، اشرف، اکمل اور دینی شرعی طور پر اللہ تعالیٰ کی معرفت جاننے میں سب سے اعلم اور اکمل ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ کے علاوہ پوری مخلوق کی ساری جزوی چیزیں آپ ﷺ میں موجود ہوں، یہ بات عقلاً و نقلاً غلط ہے، اس بنا پر کہ آپ ﷺ کے فضائل کو دوسرے انبیاء علیہم السلام یا دوسری مخلوق کی خصوصیّات پر قیاس کر کے ثابت نہیں کیا جا سکتا، بلکہ آپ ﷺ کی مستقل بڑی فضیلت ہے، جس کا مقابلہ مخلوق میں سے کوئی نہیں کر سکتا۔

عبارت:

تفسیر مدارک میں ہے "والغیب مالم یقم علیہ دلیل ولا اُطُّلِعَ علیہ مخلوق"

ترجمہ : غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا ہو، معلوم ہوا کہ جو علم عطائی ہو اسے غیب ہی نہیں کہا جاتا، غیب صرف ذاتی کو کہا جاتا ہے، (جاء الحق صفحہ 97)

تبصرہ: مفتی احمد یار بریلوی نے اپنی پوری تحریر پر پانی پھیر دیا، اس نے یوں کہہ کر کہ جو علم عطائی ہو غیب نہیں ہے، غیب صرف ذاتی (جاننے) کو کہتے ہیں، اور "جاء الحق" کے شروع میں لکھا تھا اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔ (جاء الحق صفحہ 45)

نتیجہ: اللہ جل شانہ کے بتائے بغیر کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا، اور جو اطلاع سے معلوم ہو اسے غیب ہی نہیں کہا جاتا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جان سکتا۔ کیوں کہ ذاتی طور پر مخلوق میں سے کوئی ایک حرف بھی نہیں جانتا، جس کے پاس جو علم ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہے، یا کسی دلیل سے ہے، اور تفسیر مدارک سے خود احمد یار بریلوی نے بتا دیا کہ جو دلیل سے معلوم ہو یا کسی اطلاع یعنی بتانے یا پڑھانے سے علم ہو اسے غیب نہیں کہا جاتا، غیب صرف ذاتی جاننے کو کہا جاتا ہے تو فیصلہ ہو گیا کہ ذاتی طور پر غیب کوئی ایک حرف بھی نہیں جانتا لہٰذا مخلوق میں سے کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بعد جاننے کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا، لہٰذا مخلوق میں سے کوئی بھی عالم الغیب نہیں۔

نوٹ: مفتی احمد یار بریلوی اس پر غور و فکر کرتا، جو اس نے خود شروع کتاب میں لکھا ہے، یا جو اصول مفسرین حضرات نے لکھا ہے جن حضرات کو یہ خود اہل سنت مفسر مانتا ہے، تو وہ کبھی بھی علم غیب کے موضوع پر یعنی مخلوق میں سے کسی کو عالم الغیب ثابت کرنے کے لیے قلم ہی نہ اٹھاتا۔

مثلاً 1: اصول کا خلاصہ جو چیز حواس خمسہ سے معلوم کی جائے وہ علمِ غیب نہیں۔ (جاء الحق ص 39)

2: جو چیز بداھۃ عقل سے محسوس کی جائے وہ غیب نہیں۔ 3: جو چیز کسی دلیل سے معلوم ہو وہ غیب نہیں۔ (جاء الحق 39)

4: کوئی آلہ کسی چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے اور ظاہر ہونے کے بعد اس کو کوئی جان لے تو وہ بھی علم غیب نہیں (جاء الحق ص 41)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

5:جو چیز وحی الٰہی سے معلوم ہو وہ بھی غیب نہیں۔(جلالین 114)6:حضور ﷺ کے اللہ تعالی استاد ہیں۔(جاء الحق ص 84) (جو استاد سے پڑھ کر علم حاصل ہو وہ غیب نہیں) 7:رب تعالی کامل عطاء کرنے والے اور حضور ﷺ کامل لینے والے ہیں۔ (جاء الحق ص 84)جو علم عطائی ہو وہ علم غیب نہیں ہے۔(جاء الحق ص 94)اگر مفتی بریلوی اس اصول پر غور کرتا تو نہ یہ عقیدہ رکھتا کہ مخلوق میں سے کوئی عالم الغیب ہے، اور نہ ہی جاء الحق مین علم غیب کے موضوع پر مخلوق کو عالم الغیب ثابت کرنے کے لئے یہ مضمون لکھ کر عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا، بس اللہ تعالی ہی اس سے پوچھے گا۔(واللہ اعلم)

دعا ہے کہ اللہ تعالی تمام انسانوں کو حق ماننے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

صلی اللہ علی النبی الکریم محمد والہ واصحابہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

از افادات عالیہ: استاد محترم **علامہ علی شیر رحمانی** صاحب

کمپوزنگ: **مسرور احمد** رحمانی

فون: 03121374691

[Website: DifaAhleSunnat.com]